

جامعہ حکومی کراچی پستسٹا کا ترجمان

نیمس 1956ء

لہجہ کراچی

جلد نمبر 27

شمارہ نمبر 11

جولائی 2021ء

ذیقعدہ 1442ھ





Hand Wash

benefits

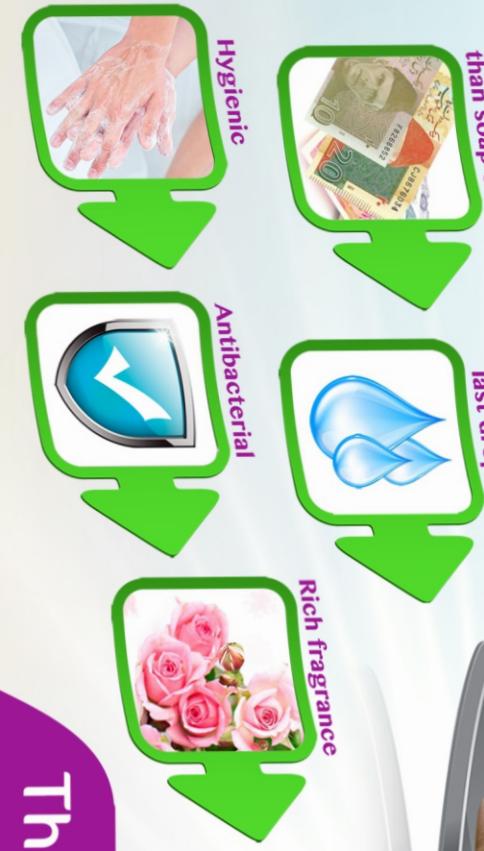
use till
last drop

Economical
than soap bars

Hygienic

Antibacterial

Rich fragrance



Thick gel gives more washes
compared to other brands



بیان
 مرشدِ امدادگرین حمداللہ الی جوی
 قبل الاقbat بخیرتہ مولانا
 بانی
 پیغمبرتیت و پیغمبریت عَبْدُواَخْدَصَابَ
 صدر
 خیرتہ مولانا قَاتَمَعَنِبَدَاللَّهِ حَسَابَ

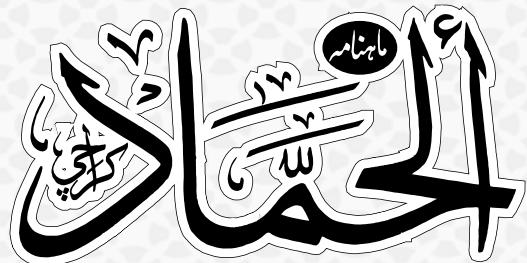
قارئین متوجہ ہوں!

وہ تمام احباب جنہیں ”ماہنامہ الحماد کراچی“
 بروقت موصول ہو رہا ہے، مندرجہ ذیل نمبر
 پر اپنے رسائل کے موصول ہونے کی تصدیق
 کو یقینی بنائیں۔

+92-300-1201016

(یہ نمبر و ایس ایپ پر بھی موجود ہے)

زرسالاہ	تیمت فی پرچ
اندرون ملک = 400 روپے	اندرون ملک = 35 روپے
بیرون ملک = 35\$	
	اکاؤنٹ نمبر: 9444-9
بذریعہ جاکیش	مسکر شپ
+92-300-1201016	شانے میں کاروں پر اچھے گو 1036



REG.NO. M.C 898

جلد نمبر 27 شمارہ نمبر 11 ذی قعده 1442ھ جولائی 2021ء

بیرون ملک نمائندے

- قاری محمد اقبال صاحب نائجیریہ
- مولانا حمید احمد حسن
- شیخ مطیع الرحمن صاحب جده
- مولانا حسینی الشریف صاحب جده
- جانبِ محاسن صاحب (اکینہ ندان)
- جانبِ اخناف الرحمن صاحب (سریک)

مدیر منظم

مولانا شاہد عَمَّ عَبْدُاللَّهِ حَسَابَ

مجلس مشاورت

- مولانا حسین محمد مظہر حسابت
- مولانا حسین محمد مظہر حسابت
- پروفیسر مصباح العرفان حب



Jamia Hammadia

Karachi, Pakistan

فہرست

- بصیرت و مصارف**
- نیت و ارادہ صحیح کرنے کی ضرورت
03 حضرت مولانا قاسم عبداللہ حساب کے
- نورہدایت**
- تفسیر سورۃ اعراف آیت نمبر 158 تا 172
08 حضرت مولانا جعفر لواحذف اللہ مرتدہ کے
- مشکوہة نبوت**
- اسلام اور عدل و انصاف
15 حضرت مولانا جعفر لواحذف اللہ مرتدہ کے

مقالات و مضامین

- | | | |
|--|--|--|
| <p>34
نوجوانانِ ملت اور
بمارا معاشرہ
حضرت مولانا جنید قاسمی صاحب</p> | <p>25
تعلیمی سال کے موقع پر
طلیبہ ساتھیوں سے کچھ باتیں
حضرت مولانا محمد راشد سکونی صاحب</p> | <p>21
سیرت انبیاءؐ
لمحہ بالمحہ
حضرت مولانا جنید صاحب</p> |
| <p>48
جامعہ کی
شب و روز
حضرت مولانا جنید صاحب</p> | <p>45
طب و
صحت
حکیم محمد زید صاحب</p> | <p>40
نماز کی سنن قبلیہ و بعدیہ:
اہمیت و فضیلت!
حضرت مولانا عبد القوی ذکی حسینی</p> |
| <p>59
موجودہ عالمی حالات
اور غزوہ خندق کا پیغام
حضرت مولانا شمس عالم قاسمی صاحب</p> | <p>52
سنہری باتیں
حضرت مولانا قاسم عبداللہ حساب</p> | <p>50
نقد و
تبصرہ
حضرت مولانا قاسم عبداللہ حساب</p> |

61 حضرت مولانا قاسم عبداللہ حساب کے

دارالافتاء

نوت! مقالات و مضامین سے ادارے کا متفق ہونا ضروری نہیں ہے۔ (ادارہ)



دینی جامعات و مدارس کی سالانہ تعطیلات ختم اور نئے تعلیمی سال کا آغاز ہو چکا ہے۔ اس موقع پر منتظمین، معلمان، معلمات اور طلبہ و طالبات کے لیے اساسی و بنیادی عضر کی طرف رہنمائی ضروری ہے اور وہ اساس و بنیاد اخلاص اور تصحیح نیت وارادہ کی دولت ہے۔ جس کے بغیر شیر علم سے امید بہار بے سود ہے۔

مذہب کا سب سے بڑا امتیاز یہ ہے کہ وہ انسان کے دل کو مخاطب کرتا ہے، اس کا سارا زور صرف اسی ایک مفہوم (گوشت کا ٹکڑا) سے وابستہ ہے، عقائد ہوں یا عبادات، اخلاق ہوں یا معاملات، انسانی اعمال کے ہر گوشہ میں اس کی نظر اسی ایک آئینہ پر رہتی ہے، اسی حقیقت کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مشہور حدیث میں یوں بیان فرمایا ہے:

**أَلَا وَإِنَّ فِي الْجَسَدِ مُضْعَفَةً إِذَا أَصْلَحَتْ صَلْحَ الْجَسَدَ كُلُّهُ وَإِذَا فَسَدَ فَسَدَةً
الْجَسَدَ كُلُّهُ أَلَا وَعِنِ الْقَلْبِ ○ (صحیح البخاری)**

ہشیار رہو کہ بدن میں گوشت کا ایک ٹکڑا ہے جب وہ درست ہو تو سارا بدن درست ہوتا ہے اور جب وہ خراب ہو تو سارا بدن خراب ہوتا ہے، ہشیار رہو کہ وہ دل ہے۔

دل ہی کی تحریک انسان کے ہر اچھے اور بُرے فعل کی بنیاد اور اساس ہے، اس لیے مذہب کی ہر عمارت اسی بنیاد پر کھڑی ہوتی ہے، اسلام کی تعلیم یہ ہے کہ جو نیک کام بھی کیا جائے، اس کا محرک کوئی دنیاوی غرض نہ ہو اور نہ اس سے مقصود ریاء و خودگماں، جلب منفعت، شہرت یا طلب معاوضہ وغیرہ نہ ہو،

بلکہ صرف اللہ تعالیٰ کے حکم کی بجا آوری اور خوشنودی ہو، اسی کا نام اخلاص ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم ہوتا ہے:

فَاغْبَدِ اللّٰهُ مُخْلِصًا لَهُ الدّّينَ ○ أَلَا لِلّٰهِ التّيْنُ الْخَالِصُ ط

تو اللہ کی عبادت کر خالص کرتے ہوئے اطاعت گذاری کر اسی کے لیے، ہشیارہ کہ اللہ ہی کے لیے، خالص اطاعت گذاری ہے۔ (زمر: ۲۰۲)

مقصود یہ ہے کہ خدا کی اطاعت گذاری میں، خدا کے سوا کسی اور چیز کو اس کا شریک نہ بنایا جائے، وہ چیز خواہ پھر یا مٹی کی صورت میں ہو، یا آسمان و زمین کی کوئی مخلوق، یا دل کا تراشا ہوا کوئی باطل مقصد ہو، اس لیے قرآن پاک نے انسانی اعمال کی نفسانی غرض و غایبت کو بھی بت پرستی قرار دیا ہے، فرمایا:

أَرَأَيْتَ مِنْ الْخَدُولِ إِلَهٌ هُوَ أَهْوَأُ أَفَلَمْ تَكُونُ عَلَيْهِ وَكِيلًا ○

”کیا تو نے اس کو دیکھا جس نے اپنی نفسانی خواہش کو اپنا خدا بنایا ہے۔“ (فرقان: ۲۳)

چنانچہ اسلام کی یہ اہم ترین تعلیم ہے کہ انسان کا کام ہر قسم کی دنیوی اغراض سے پاک ہو، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس اعلان کا حکم ہوتا ہے:

”کہہ دے کہ مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں اطاعت گذاری کو اللہ کے لیے خالص کر کے اس کی عبادت کروں، اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں پہلا فرمانبردار بنوں، کہہ دے کہ میں ڈرتا ہوں، اگر اپنے پروردگار کی نافرمانی کروں، بڑے دن کے عذاب سے، کہہ دے کہ اللہ ہی کی عبادت کرتا ہوں، اپنی اطاعت گذاری کو اس کے لیے خالص کر کے تو تم (اے کفار) خدا کر چھوڑ کر جس کی عبادت چاہے کرو۔“ (زمیر: ۱۳)

قرآن پاک میں سات مقامات پر یہ آیت آئی ہے:

مُخْلِصِينَ لَهُ الدّّينَ ○

”اطاعتِ گزاری کو خدا کے لیے خالص کر کے۔“

اس سے معلوم ہوا کہ ہر عبادت اور عمل کا پہلا رکن یہ ہے کہ وہ خالص خدا کے لیے ہو یعنی اس میں کسی ظاہری و باطنی دینیوی اغراض اور خواہشِ نفسانی کو دخل نہ ہو ارشاد باری تعالیٰ ہے:

إِلَّا ابْتِغَاءَ وَجْهِ رَبِّهِ الْأَكْبَرِ (لیل: ۲۰)

”یعنی خدائے برتر کی ذات کی خشنودی کے سوا کوئی اور غرض نہ ہو۔“

انبیاء علیہم السلام نے اپنی دعوت اور تبلیغ کے سلسلہ میں ہمیشہ یہ اعلان کیا ہے کہ ہم جو کچھ کر رہے ہیں، اس سے ہم کو کوئی دنیاوی غرض اور ذاتی معاوضہ مطلوب نہیں۔

”اور میں اس پر کوئی مزدوری تم سے نہیں چاہتا، میری مزدوری تو اس پر ہے جو ساری دنیا کا پروردگار ہے۔“ (شعراء: ۱۰۹)

حضرت نوح علیہ السلام کی زبان سے بھی یہی فرمایا گیا:

”اے میری قوم! میں تم سے اس پر دولت کا خواہاں نہیں میری مزدوری تو خدا ہی پر ہے۔“ (ہود: ۲۹)

خود ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کہدیئے کافرمان ہوا، میں تم سے اپنے لیے کوئی مزدوری و اجرت نہیں چاہتا، اگر چاہتا بھی ہوں تو تمہارے ہی لیے

”کہدے کہ میں نے تم سے جو اجرت چاہی تو وہ تمہارے ہی لیے، میری اجرت تو اللہ پر ہے، وہ ہر بات پر گواہ ہے۔“ (سبا: ۲۷)

یعنی وہ ہر بات کا عالم اور نیتوں سے واقف ہے، وہ جانتا ہے کہ میری ہر کوشش بے غرض، اور صرف خدا کے لیے ہے، دوسرا جگہ فرمایا:

”میں اس پر تم سے کوئی مزدوری نہیں چاہتا مگر قربابت داروں میں محبت رکھنا،“ (شوریٰ: ۲۳)

یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بے غرض کوششوں سے امت کو جو دینی و دنیاوی فائدے پہنچائے، اس کے لیے وہ تم سے کسی ذاتی منفعت کا خواہاں نہیں، اگر وہ اس کے معاوضہ میں کچھ چاہتا ہے تو یہ ہے کہ قرابتداروں کا حق ادا کرو، اور آپس میں محبت رکھو۔
اس قسم کی بات ایک اور آیت میں ظاہر کی گئی ہے:

”کہدے کہ میں تمہاری اس رہنمائی پر تم سے کوئی معاوضہ نہیں مانگتا مگر یہی کہ جو چاہے اپنے پروردگار کی طرف راستہ پکڑے۔“ (فرقان: ۵)

یعنی میری اس محنت کی مزدوری یہی ہے کہ تم میں سے کچھ لوگ حق کو قبول کر لیں۔
دنیا میں بھی اخلاص ہی کامیابی کی اصل بنیاد ہے، کوئی ظاہر نیکی کا کتنا ہی بڑا کام کرے، لیکن اگر اس کی نسبت یہ معلوم ہو جائے کہ اس کا مقصد اس کام سے کوئی ذاتی غرض یا محض دکھاوا اور مماش تھا تو اس کام کی قدر و قیمت فوراً نگاہوں سے گرجائے گی، اسی طرح روحانی عالم میں بھی خدا کی نگاہ میں اس چیز کی کوئی قدر نہیں جو اس کی بارگاہ بے نیاز کے علاوہ کسی اور کے لیے پیش کی گئی ہو، مقصود اس سے یہ ہے کہ نیکی کا ہر کام دنیاوی لحاظ سے بے غرض و بے منت اور بلا خیال مزدوری اجرت اور تحسین و شہرت کی طلب سے بالا تر ہو۔

ہم جو کام بھی کرتے ہیں اس کی دو شکلیں پیدا ہوتی ہیں، ایک ماذی جو ہمارے ظاہری جسمانی اعضا کی حرکت و جنبش سے پیدا ہوتی ہے، دوسری روحانی جس کا ہیوٹی ہمارے دل کے ارادہ، نیت، اور کام کی اندروںی غرض و غایت سے تیار ہوتا ہے، کام کی بقاء اور برکت دین اور دنیا دونوں میں اسی روحانی پیکر کے حسن و فتح اور ضعف و قوت کی بنا پر ہوتی ہے، انسانی اعمال کی پوری تاریخ اس دعوی کے ثبوت میں ہے، اسی لیے اس اخلاص کے بغیر اسلام میں نہ تو عبادت قبول ہوتی ہے اور نہ اخلاق و معاملات عبادت کا درجہ پاتے ہیں، اس لیے ضرورت ہے کہ ہر کام کے شروع کرتے وقت ہم اپنی نیت کو ہر غیر مخلصانہ غرض و غایت سے بالا، اور ہر دنیاوی مزدوری اجرت سے پاک رکھیں، تورات اور قرآن دونوں میں ہابنل اور

قابل آدم کے دو بیٹوں کا قصہ ہے دونوں نے خدا کے حضور میں اپنی اپنی پیداوار کی قربانیاں پیش کیں، خدا نے ان میں سے صرف ایک کی قربانی قبول کی اور اسی زبان سے اپنا یہ ابدی اصول بھی ظاہر فرمادیا:

”خدا تو متینیوں ہی سے قبول کرتا ہے۔“ (ماائدہ: ۲۷)

متقی بھی وہی ہوتے ہیں جو دل کے اخلاص کے ساتھ رب کی خوشنودی کے لیے کام کرتے ہیں، انہیں کام قبول ہوتا ہے اور ان کو دین و دنیا کی فوز و فلاج بخشی جاتی ہے ان کو خدا کے ہاں محبوبیت کا درجہ حاصل ہوتا ہے اور دنیا میں ان کو ہر لذتیزی ملتی ہے، ان کے کاموں کو شہرت نصیب ہوتی ہے، اور ان کے کارناموں کو زندگی بخشی جاتی ہے وہ جماعتوں اور قوموں کے محسن ہوتے ہیں لوگ ان کے ان کاموں سے نسلًا بعد نسلی فیضیاب ہوتے ہیں اور ان کے لیے رحمت کی دعائیں مانگتے ہیں، حضرت موسیٰ علیہ السلام کے عہد میں فرعونیوں کو ایک پیغمبر اور جادوگر کے درمیان کوئی فرق نظر نہیں آتا تھا، کہ ان دونوں سے انہوں نے عجائب و غرائب امور کا کیا مشاہدہ کیا، خدا نے فرمایا ان دونوں کے عجائب و غرائب میں ظاہری نہیں باطنی صورت کا فرق ہے ایک کے کام کی غرض صرف تماشا اور بازیگری ہے اور دوسرے کا نتیجہ ایک پوری قوم کی اخلاقی و روحانی زندگی کا انقلاب ہے، اسی لیے یہ فیصلہ ہے کہ:

”اور جادوگر جدد حبھی آئے فلاج نہیں پائے گا۔“ (اطا: ۶۹)

چنانچہ دنیا نے دیکھ لیا کہ مصر کے جادوگروں کے جیرت انگیز کرتب صرف کہانی بن کر رہ گئے اور موئی علیہ السلام کے مجھرات نے ایک قوم، ایک نئی شریعت، ایک نئی زندگی ایک نئی سلطنت پیدا کی جو مدت توں تک دنیا میں قائم رہی۔

غرض عمل کا اصل پیکر وہی ہے جو دل کے کارخانے میں تیار ہوتا ہے اسی لیے اس بات کی ضرورت ہے کہ ہر کام سے پہلے دل کی نیت کا جائزہ لے لیا جائے، اس مسئلہ کو اچھی طرح سمجھ لینے کے بعد یہ نکتہ خود بخود دل ہو جائے گا کہ اسلام نے ہر عبادت کے صحیح ہونے کے لیے ارادہ و نیت کو کیوں ضروری قرار دیا ہے۔



تفسیر سورۃ اعراف

﴿ آیت نمبر 158 تا 172 ﴾

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

(اے رسول! ان سے) کہو کہ: ”اے لوگو! میں تم سب کی طرف اُس اللہ کا بھیجا ہوا رسول ہوں جس کے قبضے میں تمام آسمانوں اور زمین کی سلطنت ہے۔ اُس کے سوا کوئی معبد نہیں ہے۔ وہی زندگی اور موت دیتا ہے اب تم اللہ پر اور اُس کے رسول پر ایمان لے آؤ جو نبی امی ہے، اور جو اللہ پر اور اُس کے کلمات پر ایمان رکھتا ہے، اور اُس کی پیروی کرو، تاکہ تمہیں ہدایت حاصل ہو،“ (۱۵۸) اور موسیٰ کی قوم میں ایک جماعت ایسی بھی ہے جو لوگوں کو حق کا راستہ دکھاتی ہے، اور اُسی (حق) کے مطابق الصاف سے کام لیتی ہے۔ (۱۵۹) اور ہم نے ان کو (یعنی بنی اسرائیل کو) بارہ خامدانوں میں اس طرح تقسیم کر دیا تھا کہ وہ الگ الگ (انتظامی) جماعتوں کی صورت کر گئے تھے۔ اور جب موسیٰ کی قوم نے ان سے پانی مانگا تو ہم نے ان کو وجی کے ذریعے حکم دیا کہ اپنی لاٹھی فلاں پتھر پر مارو۔ چنانچہ اس پتھر سے بارہ جنشی پھوٹ پڑے۔ ہر خامدان کو اپنی پانی پینے کی جگہ معلوم ہو گئی۔ اور ہم نے ان کو بادل کا سایہ دیا، اور ہم نے ان پر من وسلوی (یہ کہہ کر) اتنا رکھا کہ: ”کھاؤ وہ پاکیزہ رزق جو ہم نے تمہیں دیا ہے۔“ اور (اس کے باوجود انہوں نے جو ناشکری کی تو) انہوں نے ہمارا کوئی نقصان نہیں کیا، بلکہ وہ خود اپنی جانوں پر ظلم کرتے رہے۔ (۱۶۰) اور وہ

وقت یاد کرو جب ان سے کہا گیا تھا کہ: ”اس بستی میں جا کر بس جاؤ، اور اُس میں جہاں سے چاہو کھاؤ، اور یہ کہتے جانا کہ (یا اللہ!) ہم آپ کی بخشش کے طلب گار ہیں، اور (بستی کے) دروازے میں جھکے ہوئے سروں کے ساتھ داخل ہونا، تو ہم تمہاری خطاں میں معاف کر دیں گے، (اور) یہی کرنے والوں کو اور زیادہ (ثواب) بھی دیں گے۔“ (۱۶۱) پھر ہوا یہ کہ جو بات ان سے کہی گئی تھی، ان میں سے ظالم لوگوں نے اُسے بدل کر دوسری بات بنالی۔ تب ہم نے ان کی مسلسل زیادتوں کی وجہ سے ان پر آسمان سے عذاب بھیجا (۱۶۲) اور ان سے اُس بستی کے بارے میں پوچھو جو سمندر کے کنارے آباد تھی، جب وہ سبت (سینچر) کے معاملے میں زیادتیاں کرتے تھے، جب ان (کے سمندر) کی محصلیاں سینچر کے دن تو اچھل اچھل کر سامنے آتی تھیں، اور جب وہ سینچر کا دن نہ منار ہے ہوتے، تو وہ نہیں آتی تھیں۔ اس طرح ان کی مسلسل نافرمانیوں کی وجہ سے ہم انہیں آزماتے تھے۔ (۱۶۳) اور (وہ وقت انہیں یاد دلاو) جب انہی کے ایک گروہ نے (دوسرے گروہ سے) کہا تھا کہ: ”تم ان لوگوں کو کیوں نصیحت کر رہے ہو جنہیں اللہ یا تو ہلاک کرنے والا ہے، یا کوئی سخت عذاب دینے والا ہے؟“ دوسرے گروہ کے لوگوں نے کہا کہ: ”یہ ہم اس لیے کرتے ہیں تاکہ تمہارے رب کے حضور بری الذمہ ہو سکیں، اور شاید (اس نصیحت سے) یہ لوگ پہ بیزگاری اختیار کر لیں۔“ (۱۶۴) پھر جب یہ لوگ وہ بات بھلا بیٹھے جس کی انہیں نصیحت کی گئی تھی تو رُدائی سے روکنے والوں کو تو ہم نے بچالیا، اور جنہوں نے زیادتیاں کی تھیں، ان کی مسلسل نافرمانی کی بنا پر ہم نے انہیں ایک سخت عذاب میں پکڑ لیا (۱۶۵) چنانچہ ہوا یہ کہ جس کام سے انہیں روکا گیا تھا، جب انہوں نے اس کے خلاف سرکشی کی تو ہم نے ان سے کہا: ”جاؤ، ڈلیل بندر بن جاؤ،“ (۱۶۶) اور (یاد کرو وہ وقت) جب تمہارے رتبے نے اعلان کیا کہ وہ ان پر

قیامت کے دن تک کوئی نہ کوئی ایسا شخص مسلط کرتا رہے گا جو ان کو بڑی بری تکلیفیں پہنچائے گا۔ بیشک تمہارا رب جلد ہی سزا دینے والا بھی ہے، اور یقیناً وہ بہت بخشش والا، بڑا مہربان بھی ہے (۱۶۷) اور ہم نے دُنیا میں ان کو مختلف جماعتوں میں بانٹ دیا۔ چنانچہ ان میں نیک لوگ بھی تھے، اور کچھ دوسری طرح کے لوگ بھی۔ اور ہم نے انہیں اچھے اور بُرے حالات سے آزمایا، تاکہ وہ (راہِ راست کی طرف) لوٹ آئیں (۱۶۸) پھر ان کے بعد ان کی جگہ ایسے جانشیں آئے جو کتاب (یعنی تورات) کے وارث بنے، مگر ان کا حال یہ تھا کہ اس ذیلِ دُنیا کا ساز و سامان (ریشوت میں) لیتے، اور یہ کہتے کہ: ”ہماری بخشش ہو جائے گی“ حالانکہ اگر اُسی جیسا ساز و سامان دوبارہ ان کے پاس آتا تو وہ اُسے بھی (ریشوت میں) لے لیتے۔ کیا ان سے کتاب میں مذکور یہ عہد نہیں لیا گیا تھا کہ وہ اللہ کی طرف حق کے سوا کوئی بات منسوب نہ کریں؟ اور اُس (کتاب) میں جو کچھ لکھا تھا، وہ انہوں نے باقاعدہ پڑھا بھی تھا۔ اور آخرت والا گھر ان لوگوں کے لیے کہیں بہتر ہے جو تقویٰ اختیار کرتے ہیں۔ (اے یہود!) کیا پھر بھی تم عقل سے کام نہیں لیتے؟ (۱۶۹) اور جو لوگ کتاب کو مضبوطی سے تھامتے ہیں، اور نماز قائم کرتے ہیں، تو ہم ایسے اصلاح کرنے والوں کا اجر ضائع نہیں کرتے۔ (۱۷۰) اور (یاد کرو) جب ہم نے پہاڑ کو ان کے اوپر اس طرح اٹھا دیا تھا جیسے وہ کوئی سائبان ہو، اور انہیں یہ گمان ہو گیا تھا کہ ان کے اوپر گرنے ہی والا ہے، (اُس وقت ہم نے حکم دیا تھا کہ: ”ہم نے تمہیں جو کتاب دی ہے، اُسے مضبوطی سے تھامو، اور اُس کی باتوں کو یاد کرو، تاکہ تم تقویٰ اختیار کرسکو“) (۱۷۱) اور (اے رسول! لوگوں کو وہ وقت یاد دلاؤ) جب تمہارے پروردگار نے آدم کے بیٹوں کی پشت سے ان کی ساری اولاد کو نکالا تھا، اور ان کو خود اپنے اوپر گواہ بنایا تھا، (اور پوچھا تھا کہ: ”کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟“) سب نے جواب

دیا تھا کہ: ”کیوں نہیں؟ ہم سب اس بات کی گواہی دیتے ہیں“۔ (اور یہ اقرار ہم نے اس لیے لیا تھا) تاکہ تم قیامت کے دن یہ نہ کہہ سکو کہ: ”ہم تو اس بات سے بے خبر تھے“، (۱۷۲)

آیات مبارکہ کی تفسیر

قُلْ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّمَا رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكُمْ جَمِيعًا الخ
 چونکہ پیچھے یہ ذکر آیا تھا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعا قبول کرتے وقت ان کو یہ بتا دیا گیا تھا کہ نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانا ان کی آئندہ نسلوں کے لیے ضروری ہوگا، اس لیے اس موقع کی مناسبت سے اللہ تعالیٰ نے جملہ مفترضہ کے طور پر آنحضرت ﷺ کو یہ ہدایت عطا فرمائی کہ وہ بنی اسرائیل سمیت تمام انسانوں کو اپنی نبوت پر ایمان لانے اور اپنی ایتباع کی دعوت دیں۔

وَمِنْ قَوْمٍ مُّوسَىٰ أُمَّةٌ يَهُنُونَ بِالْحَقِّ الخ
 یہودیوں کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے کو جو عوت دی گئی، اور اس سے پہلے ان کی بہت سی بعد عنوانیاں بیان ہوئیں، اُس سے یہ شہہر ہو سکتا تھا کہ تمام بنی اسرائیل ان بعد عنوانیوں کے مرتب ہیں، اس لیے اس جملہ مفترضہ کے آخر میں اللہ تعالیٰ نے یہ وضاحت فرمادی کہ سارے بنی اسرائیل ایک جیسے نہیں ہیں، بلکہ ان میں حق کو مانے والے، اس پر عمل کرنے والے اور اُس کی طرف لوگوں کو ہدایت دینے والے بھی موجود ہیں۔ اس میں وہ بنی اسرائیل بھی داخل ہیں جو آنحضرت ﷺ سے پہلے دینِ حق پر قائم رہے، اور وہ بھی جو آپ پر ایمان لائے، مثلاً حضرت عبد اللہ بن سلامؓ وغیرہ۔ اس وضاحت کے بعد آگے پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانے کے بنی اسرائیل کا جو واقعہ دور سے چلا آرہا ہے، اس کو دوبارہ شروع کیا جا رہا ہے۔

وَقَطَّعَنَاهُمُ الْقَنَىٰ عَشْرَةً أَصْبَاطًا الخ

آیا ۱۶۰ تا ۱۶۲ میں جن واقعات کی طرف اشارہ کیا گیا ہے، وہ سورہ بقرہ (۲: ۶۱ تا ۶۵) میں لگر

چکے ہیں۔ تشریح کے لیے ان آیتوں کے حواشی ملاحظہ فرمائیے۔

وَسَلَّمُهُمْ عَنِ الْقَرِيبَةِ الَّتِي كَانَتْ حَاضِرَةً الْبَحْرِ الْخ

خلاصہ یہ ہے کہ سینچر کو عربی اور عبرانی زبان میں ”سبت“ کہتے ہیں۔ یہودیوں کے لیے اسے ایک مقدس دن قرار دیا گیا تھا جس میں ان کے لیے معاشری سرگرمیاں منوع تھیں۔ جن یہودیوں کا یہاں ذکر ہے وہ (غالباً) حضرت داؤد علیہ السلام کے زمانے میں (کسی سمندر کے کنارے رہتے تھے، اور مجھلیاں پکڑا کرتے تھے۔ سینچر (ہفتہ) کے دن مجھلیاں پکڑتا ان کے لیے ناجائز تھا، مگر شروع میں انہوں نے کچھ حیلے کر کے اس حکم کی خلاف ورزی کرنی چاہی، اور پھر حکم کھلا مجھلیاں پکڑنی شروع کر دیں۔ کچھ نیک لوگوں نے انہیں سمجھایا، مگر وہ باز نہ آئے۔ بالآخر ان پر عذاب آیا وہ ان کی صورتیں مسخ کر کے انہیں بندر بنادیا گیا۔ سورہ بقرہ میں جو الفاظ استعمال ہوئے ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ واقعہ اگرچہ موجودہ بائل میں موجود نہیں ہے، لیکن عرب کے یہودی اس سے خوب اچھی طرح واقف تھے۔

كَذَلِكَ تَبْلُوُهُمْ بِمَا كَانُوا يَفْسُدُونَ.

جب کوئی قوم نافرمانی پر کمر باندھ لیتی ہے تو بعض اوقات اللہ تعالیٰ اسے ڈھیل دیتے ہیں، جیسا کہ آگے آیت نمبر ۱۸۲ میں خود اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے۔ سینچر کے دن معاشری سرگرمیوں سے باز رہنا اپنی ذات میں کچھ اتنا ناقابل برداشت نہیں تھا، لیکن جس قوم کی سرشت ہی میں نافرمانی تھی، اس نے جب کسی معقول وجہ کے بغیر احکام کی خلاف ورزی شروع کی تو اللہ تعالیٰ نے یہ ڈھیل دی کہ سینچر کے دن مجھلیاں اتنے افراط کے ساتھ نظر آنے لگیں کے دوسرے دنوں میں اتنے افراط سے نظر نہیں آتی تھیں۔ اس سے ان کو نافرمانی کا اور حوصلہ ہوا، اور وہ یہ نہ سمجھے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ڈھیل اور آزمائش ہے۔ اور انہوں نے پہلے ایسے حیلے کئے کہ سینچر کے دن مجھلی کی دُم میں رسی انکا کراسے زمین پر کسی چیز سے باندھ دیا، اور اتوار کے دن اسے پکا کھایا۔ جب ان حیلوں سے نافرمانی کا حوصلہ بڑھا تو حکم کھلا شکار شروع کر دیا۔ اس سے یہ سبق ملتا ہے کہ اگر کسی شخص کو گناہ کے وافر موقع میسر آرہے ہوں تو اسے ڈرنا چاہیے

کہ یہ کہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ڈھیل نہ ہو جس کے بعد وہ ایک دم پکڑ لیا جائے۔

وَإِذْ قَالَتْ أُمَّةٌ مِّنْهُمْ الْخ

درactual ان لوگوں کے تین گروہ ہو گئے تھے۔ ایک گروہ مسلسل نافرمانی پر کمر باندھے ہوئے تھا۔ دوسرا گروہ شروع میں انہیں سمجھا تا رہا، اور جب وہ نہ مانے تو مایوس ہو کر بیٹھ گیا۔ تیسرا گروہ مایوس ہونے کے بجائے بدستور انہیں نصیحت کرتا رہا۔ اب دوسرے گروہ نے تیسرا گروہ سے کہا جب یہ لوگ مسلسل نافرمانی پر کمر باندھے ہوئے ہیں تو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان پر اللہ تعالیٰ کا عذاب آنے والا ہے، اس لیے ان کو سمجھانا وقت ضائع کرنا ہے۔

فَأَلَوْا مَعْلِنَةً إِلَيْ رَبِّكُمْ الْخ

یہ تیسرا گروہ کا جواب ہے، اور یہ اعارفانہ جواب ہے۔ انہوں نے پوری کوششیں جاری رکھنے کی دو وجہیں بیان کیں۔ ایک یہ کہ ہمارے نصیحت کرتے رہنے کا پہلا مقصد تو یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کے سامنے ہماری پیشی ہو تو ہم یہ کہ سکیں کہ یا اللہ! ہم اپنا فریضہ ادا کرتے رہے تھے، اس لیے ہم ان کے جرماتم سے بری الذمہ ہیں۔ اور دوسرا مقصد یہ ہے کہ ہم اب بھی یہ امید رکھتے ہیں کہ شاید کوئی اللہ کا بندہ ہماری بات سن لے، اور گناہ سے باز آجائے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کا یہ جواب خاص طور پر قل فرمایا کہ ہر مسلمان کو متنبہ فرمایا ہے کہ جب معاشرے میں نافرمانی کا دور دورہ ہو جائے تو ایک مسلمان کی ذمہ داری صرف یہ نہیں ہے کہ وہ اپنے آپ کو بچالے، بلکہ دوسروں کو راہ راست کی دعوت دینا بھی اُس کی ذمہ داری ہے جس کے بغیر وہ مکمل طور پر بری الذمہ نہیں ہو سکتا۔ اور دوسرا نکتہ یہ ہے کہ حق کے ایک داعی کو کبھی مایوس ہو کر نہیں بیٹھنا چاہیے، بلکہ اس امید کے ساتھ اپنا پیغام پہنچاتے رہنا چاہیے کہ شاید کوئی اللہ کا بندہ بات سمجھ جائے۔

فَلَمَّا عَطَوْا عَنْ مَا نَهَا وَأَعْنَهُ الْخ

اس کا مطلب یہ ہے کہ ان کی صورتیں مسخ کر کے انہیں واقعی بندر بنادیا گیا۔ ہمارے دور کے بعض لوگ اس قسم کی پاتوں پر یقین کرنے کے بجائے قرآن کریم میں تاویلات بلکہ تحریفات کا دروازہ کھول

دیتے ہیں۔ عجیب بات یہ ہے کہ جب ڈارون کسی قطعی دلیل کے بغیر یہ کہے کہ بندرتقی کر کے انسان بن گیا تھا تو اُسے میں ماننے میں انہیں تامل نہیں ہوتا، لیکن جب اللہ تعالیٰ اپنے قطعی کلام میں یہ فرمائیں کہ انسان تنزل کر کے بندربن گیا تو یہ حضرات شرما کر اُس میں تاویل کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

وَإِذْ قَادَنَ رَبُّكَ لَيَسْعَنَ عَلَيْهِمْ الخ

یہود کی تاریخ یہ بتاتی ہے کہ واقعی ہر تھوڑے تھوڑے وقٹے کے بعد ان پر کوئی نہ کوئی جابر مسلط ہوتا رہا ہے جس نے ان کو اپنا حکوم بنا کر طرح طرح کی تکلیفیں پہنچائیں۔ البتہ ظاہر ہے کہ ہزاروں سال کی تاریخ میں ایسے وقٹے بھی آتے رہے ہیں، جن میں وہ خوش حال رہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے آگے خود یہ فرمایا ہے کہ: ”ہم نے ان کو اچھے اور بُرے حالات سے آزمایا“، جس سے واضح ہے کہ ان پر خوشحالی کے دور بھی آتے رہے ہیں، مگر مجموعی تاریخ کے مقابلے میں وہ کم ہیں۔

فَخَلَفَ مِنْ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ الخ

یہ ان کی اس بدعنوی کا ذکر ہے کہ وہ رشوت لے کر اللہ کی کتاب کی غلط تفسیر کر دیتے تھے، اور ساتھ ہی بڑے یقین کے ساتھ یہ بھی کہتے کہ ہمارے اس گناہ کی بخشش ہو جائے گی۔ حالانکہ بخشش تو توبہ سے ہوتی ہے، جس کا لازمی حصہ یہ ہے کہ آئندہ اس گناہ سے پرہیز کیا جائے، لیکن ان کا حال یہ تھا کہ اگر انہیں دوبارہ رشوت کی پیشکش کی جاتی تو وہ دوبارہ لینے کو بے تکلف تیار رہتے تھے۔ اور یہ سب کچھ وہ دنیا کی خاطر کرتے تھے، حالانکہ اگر عقل ہوتی تو یہ دیکھتے کہ آخرت کی زندگی کہیں بہتر ہے۔

وَإِذْ نَسَقْنَا الْجَبَلَ فَوْقَهُمْ الخ

یہ واقعہ سورہ بقرہ (۲:۶۳) اور سورہ نساء (۲:۱۵۳) میں بھی لگزرا ہے، اور سورہ بقرہ کی متعلقہ آیت کے تحت ہم نے اس کا خلاصہ بیان کیا ہے۔ وہاں ہم نے یہ بھی ذکر کیا ہے کہ عربی زبان کے لحاظ سے اس آیت کا یہ ترجمہ بھی ممکن ہے کہ: ”ہم نے پہاڑ کو ان کے اوپر اس طرح زور زور سے ہلایا کہ انہیں یہ گمان ہو گیا کہ وہ ان کے اوپر گرنے والا ہے“۔





ظلہم وزیادتی کی شدید ممانعت

غیر منصف حکمرانوں کے سلسلہ میں آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا : کہ وہ جہنم میں ڈال دیئے جائیں گے۔

ما من احد يكون على شئ من امور هذه الامة فلم يعدل فيها الا اكبه الله
فی النّار. (اخبرجه الحاکم وصححه) (مجموعۃ الحلیث
التجدیدیہ: ص/۳۰۳)

”جو شخص اس امت کے کسی کام پر مامور ہو اور وہ ان میں انصاف نہ کرے تو اللہ
تعالیٰ اس شخص کو جہنم میں ڈال دے گا۔“

حکمرانوں کے ظالمانہ تصرفات کی مذمت

اسلام نے حکمران طبقہ کو مختلف پیرا یہ میں انصاف اور عدل و مساوات کی تاکید کی ہے اور چوری، خیانت اور بیت المال میں ناجائز تصرف سے منع کیا ہے اور ہدایات پر عمل نہ کرنے کی صورت میں آخرت کے عذاب کی دھمکی سنائی ہے۔

آپ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

من اس عمل ناہ عملی علی عمل فکم منه من حيثا او فما فوقه کان خلوایاتی به یوم القيمة.

”جس شخص کو ہم کسی کام پر مقرر کر دیں اور وہ اس میں ایک سوئی یا اس سے بھی معمولی چیز چھپا رکھے تو یہ خیانت ہے، قیامت میں وہ اسے لے کر حاضر ہو گا۔“
مسند احمد میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

احبُّ الْخَلْقِ إِلَى اللَّهِ أَمَامٌ عَادِلٌ وَابْغِضُهُمُ الَّذِي هُمْ جَاهِرٌ۔ (السياسة الشرعية: ص ۱۱)

”خلق خدا میں اللہ تعالیٰ کی نظر میں عزیز تر، عدل پرور خلیفہ ہے اور مبغوض ترین ظالم پادشاہ۔“

حدیث میں صراحة ہے کہ ہر وہ شخص کہ جو کسی چھوٹی بڑی جماعت کا امیر رہا ہے، قیامت میں اس طرح حاضر ہو گا کہ وہ بندھوں میں جکڑا ہوا ہو گا، اس کے سامنے اس کے اعمال نامے پیش ہوں گے، اب اگر عدل و مساوات پر قائم رہا ہے تو رہائی پائے گا اور اگر ظلم و ستم کی راہ پر گامزن رہا ہے تو ہلاک اور بر باد ہو گا۔

مَا مِنْ رَجُلٍ يَلِي اَمْرًا عَشْرَةً فَمَا فَوْقَ ذَلِكَ إِلَّا اتَى اللَّهُ عَزَّ وَجَلَ مَغْلُولًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ يَدِهِ عَنْقُهُ فَكَهْ بَرَهُ أَوْ يُبَقَّهُ الْمَهُ۔ (مشکوٰۃ کتاب الامارۃ: ص ۳۲۳)

”دس یا زیادہ آدمیوں کا جو شخص بھی حاکم ہو گا اللہ تعالیٰ اسے اپنی عدالت میں اس طرح حاضر کریں گے کہ اس کے ہاتھ اس کی گردان سے بندھے ہوں گے، اب وہاں اس کی نیکی اس کو رہائی بخشی گی یا اس کی برمائی اس کو ہلاک کرے گی۔“
دوسری روایت کے الفاظ یہ ہیں:

أَنْ يُوقَى بِهِ مَغْلُولًا حَتَّى يَفْكَ عَنْهُ الْعَدْلُ أَوْ يُبَقَّهُ الْجُورُ۔ (رواه الترمذی)

”وہ قیامت کے دن بیڑیوں میں جکڑا ہوا لایا جائے گا پھر یا اس کا عدل و انصاف اسے خلاصی بخشی گی یا اس کا ستم اس کی ہلاکت کا باعث ہو گا۔“

ظلم کی حکمرانی مملکت کی تباہی

غور کیجئے کہ ان احادیث میں رحمت عالم ﷺ نے خلیفہ اور سلطان کو کس قدر تاکید کی ہے کہ وہ حق پر ثابت قدم رہیں اور جب ان پر قوم و ملک کی ذمہ داری آجائے تو اس وقت ان ذمہ داران امت کے کیا فرائض ہیں۔ عدل و مساوات کی یہ ترغیب اور ظلم و زیادتی سے بچنے کی یہ تاکید بے وجہ نہیں ہے یقین کریں کہ پورے ملک میں امن و سکون ، راحت و عافیت اور اتحاد و تکمیل کی فضی اس وقت تک پیدا نہیں ہو سکتی جب تک ارباب حکومت میں یہ اوصاف موجود نہ ہوں۔

جس ملک میں بھی اس کے افراد حکومت سے یہ اوصاف ختم ہو جائیں گے، وہ ملک فتنہ و فساد، خوف و ہراس اور بدآمنی کا مرکز بن جائے گا۔ انسانی جانیں دن رات کیڑے مکوڑوں کی طرح ضائع ہوں گی، شرافت و وقار کا دامن تار تار نظر آئے گا، اور ملک میں خوش حالی ناپید ہو جائے گی۔

حکومت میں کیسے لوگ لئے جائیں؟

ارباب حکومت پر عدل پروری کی جو ذمہ داری عائد ہوتی ہے اس کا اولین تقاضا یہ ہے کہ جب کسی شعبہ حکومت میں کسی شخص کو لینا ہو تو متعلقہ شعبہ کے افسر اعلیٰ کا فرض ہے کہ وہ کسی ایسے شخص کو لے جو ہر طرح اس منصب کے لائق ہو خواہ وہ بھی خاندان سے تعلق رکھتا ہو، انسان کے بنائے ہوئے قانون کی پابندی نہ کرے، جس کی وجہ سے اہل شخص کو چھوڑنا پڑے اور نااہل کے انتخاب پر اپنے کو مجبور پائے۔ آخرت میں یہ عذر اس کو بچانے سکے گا کہ فلاں بر سر اقتدار خاندان سے نہیں تھا، اس کو ہم نہ لے سکے، اور فلاں شخص چونکہ فلاں کی سفارش رکھتا تھا، اس کے لینے پر مجبور ہوئے۔

اس موقع پر قرابت داری کا خیال، خاندان نسل کا پاس و لحاظ اور رشتہ اخوت و مودت ہرگز دھوکا دینے نہ پائے، اسی طرح حرص و ہوس، بیجا خوشامد و چاپلوسی اور غلط اخلاقی دباؤ کا شکار نہ ہو۔

اسلام نے اس سلسلہ میں بھی رہنمائی کی ہے۔ پیغمبر اسلام ﷺ کا ارشاد ہے:

من ولی امر المسلمين شیتا فولی رجلا و هو يجدد من هو اصلح للمسلمين
فقد خان الله ورسوله. (السياسة الشرعية: ص ۳۳)

”حکومت کا جو ذمہ دار لاٽن ترین شخص کو نظر انداز کر کے کسی دوسرے کو کام سپرد کرتا ہے وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ سے خیانت کرتا ہے۔“
اور دوسری حدیث میں ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

من قلد رجالا علی عصابته وهو يجدد في تلك العصابة ارضي منه

فقد خان الله ورسوله وخان المؤمنين. (رواہ الحاکم فی صحيحہ)

”ایک بہتر شخص کی موجودگی میں اس کو چھوڑ کر جس شخص نے کسی اور کو جماعتی کام کا ذمہ دار بنایا اس نے اللہ تعالیٰ اس کے رسول برحق اور مونوں سے خیانت کی۔“

عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما راوی ہیں کہ سید الکوئینین ﷺ نے فرمایا:

من استعمل رجالا علی عصابة و فيهم من هو ارضي لله منه، فقد خان الله
ورسوله والمؤمنين. (مجموعۃ الحدیث التحلیلیہ: ص ۰۳/۳۰)

”جس شخص نے پسندیدہ ترین شخص کو چھوڑ کر جماعت کا کام دوسرے کے سپرد کیا، اس نے اللہ، اس کے رسول اور مسلمانوں سے خیانت کی۔“

ان حدیثوں میں صراحت کے ساتھ مذکور ہے کہ جب کسی عہدہ پر کسی کو مقرر کرنا ہوتا متعلقہ افراد کا فرض اولین ہے کہ وہ اس شخص کا انتخاب کریں، جو صحیح معنی میں اس عہدہ کا مستحق ہے اور وہ اپنے فرائض پوری دیانت داری اور محنت سے حسن و خوبی کے ساتھ انجام دے سکے، اور وہ اس طرح کے لوگوں میں سب سے افضل ہو۔

ہر شعبہ کے لئے اس کے لاٽن آدمی کی تلاش و چیتو ہونی چاہئے۔ اگر ذمہ داروں نے اس سلسلہ میں اپنی طرف سے کوئی کوتاہی یا غفلت بر قی تو وہ اسلام کے قانون میں مجرم ہوں گے، اور خیانت جیسے جرم کے مرتكب۔

صحابہ کرام ﷺ کا عدل والنصاف قائم رکھنے کا اہتمام

صحابہ کرام ﷺ نے ان ہدایات نبوی کی جس طرح پیروی کی وہ تاریخ کا سنہ را باب ہے۔ رحمت عالم ﷺ کے یار غار نے جن کا لقب ہی غلیفہ رسول تجویز ہوا تھا۔ جب خلافت کی باغ ڈور سنگھالی تو آپ نے عتمان اور حکام کے انتخاب میں ہدایات نبوی کا پورا لحاظ رکھا اور ہر شعبہ میں ان لوگوں کو جگہ دی جو ہر طرح اس مفوضہ خدمت کے اہل اور لائق تھے اور حقیقت یہ ہے کہ اس جگہ کے لئے اس سے اچھا دوسرا آدمی نہیں ہو سکتا تھا۔

سیدنا ابو بکر صدیق ﷺ نے اپنے تمام عتمان و حکام کو تاکید کر رکھی تھی کہ حکومت کے کام میں جب کسی آدمی کی ضرورت ہوتی وہ ایسا آدمی منتخب کریں جو ہر پہلو سے اس خدمت کے مناسب ہو، کینہ پروری اور اقرباً نوازی کی گرفت میں ہرگز نہ آئیں۔

چنانچہ یزید بن سفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شام کی گورنری جب تفویض کی تو ساتھ ہی ان کو یہ ہدایت بھی فرمائی:

یا ایزید ان لک قرابۃ عسیت ان قولہم بالامارة وذلک اکبر ما اخاف

علیک۔ (مجموعۃ الحدیث: ص/۳۰۳)

”یزید دیکھو! وہاں تمہاری قربابت داری ہے، کہیں ایسا نہ ہو کہ حکومت کے صیغوں میں قربابت داری اثر انداز ہونے لگے (اور تم رشته داروں کو لینے لگو) اور مجھے اسی کا تم سے سب سے زیادہ خطرہ ہے۔“

صاف گوئی اور لب لہجہ دیکھیں کہ حکومت کے باب میں جو بات کہنی ہے، کسی پیباکی سے فرماری ہے ہیں اور آپ کا انداز پیان اس سلسلہ میں کس قدر موثر اور چونکا دینے والا ہے۔

اس پر اکتفا نہیں فرمایا بلکہ آگے یہ بھی ذہن نشین کیا کہ میں اس لئے صفائی سے یہ کہہ رہا ہوں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا ہے کہ:

من ولی من امر المسلمين هیتا فامر عليهم احداً محابابه فعلیه لعنة الله
والملائكة والناس اجمعین لا يقبل الله منه صرفاً ولا عد لاحتی يدخله
جہنم۔ (اخروجہ احمد والحاکم وصححہ) (مجموعۃ الحدیث
التجدیدیہ: ص ۳۰۷)

”جو شخص کسی خدمت کا گران اعلیٰ بنایا جائے اور وہ دوسروں کو چھوڑ کر پہل کام کے
لئے خلاف انصاف ایک مخصوص شخص متعین کر لے تو اس پر اللہ تعالیٰ اور فرشتے اور
تمام لوگوں کی لعنت ہو، اللہ تعالیٰ نہ تو اس کی طرف سے کوئی فدیہ قبول فرمائیں گے
اور نہ کوئی سفارش، یہاں تک کہ ناس کو جہنم میں ڈال دیں گے۔“

فائزہ، پلاسٹک، فارمیکاشیٹ

بنانے والے



وسیم الیکٹریک اسٹور



بھلی کے ہر قسم کا جملہ سامان مناسب داموں میں دستیاب ہے۔

شاہ فیصل کالونی، چورنگی نمبر ۳، کراچی 0213-4597307



سیرت کا اصطلاحی مفہوم:

اصطلاح میں سیرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت سے لیکر وفات تک کے حالات و واقعات کے مجموعے کو کہتے ہیں۔

لیکن علماء سیر نے مندرجہ ذیل دو وجہ کی بناء پر ولادت سے پہلے ایام جاہلیت کے واقعات و حکایات کو بھی سیرت کا حصہ قرار دیا ہے۔

۱۔ ایک اس لیے کہ آپ ﷺ کی ولادت و بعثت سے پہلے فکری انحرافات اخلاقی انحطاط اور معاشرتی خرابیوں کا جاننا اور پھر نبوی انقلاب کے نتیجے میں آنے والی تبدیلیوں کا سمجھنا ایام جاہلیت سے واقفیت پر موقوف ہے۔

۲۔ بعض وہ ارها صفات، علامات اور بشارتیں جن کا تعلق آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت سے ہے ان کو جاننے کے لیے بھی ولادت سے پہلے کے حالات جاننا ضروری ہے۔

چنانچہ سیرت نبی کریم ﷺ کی مبارک زندگی میں پیش آنے والے حالات و واقعات کو اس تسلسل، ربط اور ترتیب زمانی کے ساتھ بیان کرنے کا نام ہے کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت سے لے کر وفات تک تمام گوشہ زندگی کا تصور ذہنوں میں واضح ہو جائے، نیز ہر وہ چیز جس کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات والا صفات سے تعلق ہو چاہے وہ انسانی زندگی کے معاملات کے قبیل سے ہو یا نبوت کے

مجزات کے قبیل سے، پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت سے پہلے کے وہ واقعات و حالات ہوں جو جزیرہ نما عرب اور اس کے مضافات کی حیات عامہ کی تصویر کشی کرتے ہیں یا ان خوش قسمت افراد کا بیان جنہوں نے دعوت کی ابتدائی مرحلہ میں اسلام قبول کیا اور اس پاکاش میں طرح طرح کی تکالیف و مصائب کا سامنا کیا یہ سب کچھ سیرت کے دائرة میں آتا ہے۔

لفظ سیرت کے ارتقائی مرحلے:

علامہ تھانوی کشاف اصطلاحات الفنون میں لفظ سیرت کے ارتقاء اور وسیع معنی ہونے کے تدریجی مرحلے پر سیر حاصل گفتوگو کرتے ہوئے رقطراز ہیں۔

والسیرۃ هی اسہم من السیر ثم نقلت الی الطریقة ثم غلبۃ فی الشرع علی طریقة المسلمين فی المعاملة مع الكفار والیاغین وغيرهم من المستأمنین والمرتدين وأهل النعمة كلها فی البرجندي وجامع الرموز. وفي فتح القدير السیر غلب فی عرف الشرع علی الطریق المأمور به فی غزو الكفار. وفي الكفاية السیر جمع سیرۃ وهی الطریقة فی الأمور، وفي الشرع ینحصر بسیر النبي عليه السلام فی المغاری. وفي المنشور السیر جمع سیرۃ وقد یراد به قطع الطریق وقد یراد به السنة فی المعاملات یقال سار أبو بکر رضی الله عنہ بسیرۃ رسول الله صلی الله علیه وسلم وسمیت المغاری سیراً لأن أول امورها السیر الى الغزو وأن المراد بها في قولنا كتاب السیر سیر الإمام ومعاملاته مع الغزاة والأنصار والكفار. وذکر في المغرب أنها غلبۃ فی الشرع علی أمور المغاری وما يتعلّق بها كالمناسک على امور الحج.

ترجمہ: سیرت یہ نام ہے سیر یعنی چلنے سے پھر اسے نقل کیا گیا طریقہ کے معنی کی

طرف پھر اصطلاح شرع میں اس کا غالب استعمال مسلمانوں کے کفار، باغی متامن مرتد اور اہل ذمہ کے ساتھ طریقہ معاملات کے معنی میں ہونے لگا، اسی طرح برجندي اور جامع الرموز میں لکھا ہوا ہے اور فتح القدیر میں لکھا ہے کہ عرف شرع میں سیر کا غالب استعمال اس طریقے کے معنی میں ہونے لگا جسے کفار سے جنگ کے دوران اختیار کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور کفایہ میں لکھا ہے سیر سیرت کی جمع ہے اور وہ معاملات میں اختیار کیے جانے والے طریقے کو کہتے ہیں اور اصطلاح شرع میں یہ لفظ خاص ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا جنگوں میں نکلنے کے معنی میں اور منشور میں ہے کہ سیر جمع ہے سیرت کی کہی اس سے مراد راہرنی ہوتی ہے اور کہی معاملات میں اختیار کیے جانے والا طریقہ۔ مثلاً کہا جاتا ہے ”سار أبو بکر رضی اللہ عنہ بسیرة رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم“ ابو بکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقے کے مطابق چلے۔ اور مجازی کو سیر کہا گیا کیوں کہ مجازی میں سب سے پہلا کام ”السیر الی الغرہ“ جنگ کی طرف جانا ہوتا ہے۔ اور کتاب السیر میں اس لفظ سے ہماری مراد حاکم کا جنگجوؤں، معاونین اور کفار کے ساتھ معاملہ کرنا ہے اور کتاب المغرب میں مذکور ہے کہ لفظ سیرت کا غالب استعمال مجازی یعنی جنگی معاملات اور اس کے متعلقات پر ہوتا ہے جیسا کہ لفظ مناسک کا استعمال حج کے امور پر ہوتا ہے۔

ابتدائی دور میں کتب سیرت کو عموماً مجازی و سیر کی کتابیں کہا جاتا تھا، جن میں فقط غزوتوں اور اس کے متعلقات کو بیان کیا جاتا تھا۔ لفظ مجازی مغزی کی جمع ہے جس کا معنی ہے جنگ یا غزوہ کی جگہ اور وقت تاہم بعد کے مصنفوں سیرت نے اس عنوان کو اتنی وسعت دے دی کہ اب مجازی سیرت کا ایک جزء بن چکا ہے۔

سیرت اور مغازی میں فرق:

فی اعتبار سے سیرت اور مغازی میں مندرجہ ذیل فرق ہے:

ا..... مغازی کا انداز تاریخی ہوا کرتا ہے جب کہ سیرت کا انداز قانونی ہوتا ہے خصوصاً جب علم فقه میں سیرت کا لفظ استعمال ہو تو اس سے مراد جہاد و قتال سے متعلق قوانین ہوتی ہیں مثلاً ذمی و متسامن کے احکام وغیرہ جیسا کہ امام محمد بن حسن شیابی کی کتابیں السیر الکبیر، السیر الصغیر وغیرہ۔

محمد شین کے نزدیک سیرت:

محمد شین کرام کے نزدیک سیرت کا لفظ مغازی اور جہاد دونوں میں استعمال ہوتا ہے چنانچہ صحیح مسلم میں کتاب السیر والجہاد بخاری میں کتاب الجہاد والسیر اور فتح الباری شرح البخاری میں کتاب المغازی والسیر ہے۔

رسالت پورٹ ہاؤس

بیانوار دوکان، ملتکار ایئر پیک، ایئر پیک بیان

ہوائی چپل	کورشوز	کورشوز	جوگر شوز
لیڈی سینڈل	نائلون کی چپل	پشاوری سینڈل	

دینی مدارس، اقراء اسکولز اور الحمد دروضۃ الاطفال
طلباًء و طالبات کے لئے شوز پر خصوصی رعایت

پروپریئٹر: سید مبشر اللہ احمد راشد 0321-2548435

السید ہاؤس MC-1441 گرین ٹاؤن، عظیم پورہ ۷ کا آخری اسٹاپ، کراچی

نئے علمی سال کے موقع پر طلبہ ساتھیوں سے کچھ باتیں

حضرت مولانا محمد راشد ڈسکوی صاحب

شوال المکرّم کے مبارک مہینے سے دینی مدارس کی دو ماہ سے جاری ویرانی اور بے آبادی دور ہو کر دوبارہ رونقیں لوٹ آتی ہیں، علوم دینیہ کے حصول کے جذبات سے سرشار طلبہ کرام میل ہا میل کے سفر کی صعوبتوں کو طے کرتے ہوئے، مشقق، والدین اور اعزہ و اقرباء کی جدائی کو برداشت کرتے ہوئے، اپنے ڈلن میں گزرنے والے شب و روز کی سہواتوں کو ترک کر کے پر دلیں کی مشکلات تک کو برداشت کرنے کی نیت سے مدارس کو اپنا ڈلن بناتے ہیں، اپنے اساتذہ کو اپنے والدین کا قائم مقام تصور کر کے، اپنے طلبہ ساتھیوں کو اپنے بھائیوں کا درجہ دیتے ہوئے سالہا سال کا سفر طے کرتے ہیں۔

قریانیوں کے اعتبار سے امت مسلمہ کے اس طبقہ کو دیکھا جائے تو یقیناً ان کی قربانیاں بے مثال ہیں؛ لیکن اس کے ساتھ ساتھ ان افراد کی قربانیوں کو بھی نظر انداز نہیں کیا جاسکتا جن کو چھوڑ کر یہ طبقہ آیا ہوتا ہے۔ ان سب باقتوں کے سامنے ہوتے ہوئے خیال ہوا کہ عزیز طلبہ کے دورانِ تعلیم کرنے والے چند اہم اور ضروری کاموں کی طرف راہنمائی کر دی جائے، شایدی کہ کسی طالب علم کے دل میں کوئی بات اُتر جائے اور اُس کی قربانیاں ٹھکانے لگ جائیں اور اُس کی زندگی سنورنے کا ذریعہ بن جائے، اللہُمَّ وَقِنَا

لِمَا تُحِبُّ وَيَوْمَ حِضْنِي.

پہلا کام: صحیح نیت

علم کی افادیت کا تعلق نیت کے صحیح ہونے یا صحیح نہ ہونے سے ہے، اگر حصول علم سے مقصود

خدا نخواستہ دنیا، حبیر جاہ ہوئی تو یہ نیت اُس طالب علم کو اسی دنیا میں دنیا والوں کے سامنے ذلیل کروائے گی اور آخرت میں تو ایسے شخص کو سب سے پہلے جہنم میں اونٹھے منہ پھینک دیا جائے گا، یہ علم اُس کے لیے وباری جان بن جائے گا، اعاذنا اللہ منہ۔ یہ بات حدیث پاک میں مذکور ہے:

”رَجُلٌ تَعْلَمَ الْعِلْمَ وَعَلِمَهُ وَقَرَا الْقُرْآنَ، فَأُتْرِفَ بِهِ، فَعَرَفَهُ بِعَمَّهُ، فَعَرَفَهُ، قَالَ:
 قَمَا عَمِلْتَ فِيهَا؟ قَالَ: تَعْلَمْتُ الْعِلْمَ وَعَلِمْتُهُ، وَقَرَأْتُ فِيْكَ الْقُرْآنَ، قَالَ:
 كَلَّبَتْ وَلِكِنْكَ تَعْلَمْتَ الْعِلْمَ لِيَقَالَ إِنْكَ عَالِمٌ، فَقَدْ قِيلَ، ثُمَّ أُمِرَّ بِهِ،
 فَسُحِبَ عَلَى وَجْهِهِ حَتَّى أَلْقَى فِي النَّارِ“۔ (صحیح مسلم)

ایک دوسری جگہ ارشاد فرمایا: علم کو علماء پر بڑائی جانے، ناس بھروسہ عوام سے بخشنے اور مجلسیں جمانے کے لیے حاصل نہ کرو، جو شخص ایسا کرے گا، اس کے لیے آگ ہی آگ ہے۔ قال النبی ﷺ: ”لَا تَعْلَمُوا الْعِلْمَ لِيَبَاهُوا بِهِ الْعَلَمَاءُ، وَلَا تُمَازِرُوا بِهِ السُّفَهَاءُ، وَلَا تَخْيِرُوا بِهِ الْمُجَالِسَ، فَمَنْ فَعَلَ ذَلِكَ فَالنَّارُ فِي النَّارِ“۔ (سنن ابن ماجہ، باب الانفاق بالعلم و العمل به، رقم الحدیث: ۳۵۲)

بلکہ نیت یہ ہوئی چاہیے کہ اس علم کے ذریعے پوری دنیا میں دینِ اسلام کو زندہ کروں گا، اس نیت کے کرنے والے کو اسی حالت میں موت بھی آگئی تو اللہ تعالیٰ اس طالب علم کا حشر اس طرح فرمائیں گے کہ اُس کے اور انگیاء علیم الصلوات والتسیمات کے درمیان صرف ایک درجہ کا فرق ہو گا، آپ ﷺ کا ارشاد مبارک ہے:

”تَمَنَّ جَاءَهُ الْمَوْتُ، وَهُوَ يَطْلُبُ الْعِلْمَ لِيُخْبِرَ بِهِ الْإِسْلَامَ، فَبَيْنَهُ وَبَيْنَ الْأَنْبِيَاءِ
 فِي الْجَنَّةِ دَرَجَةٌ وَاحِدَةٌ“۔ (جامع بیان العلم وفضله، باب جامع فی فضل
 العلم، رقم الحدیث: ۹۱۲، دار ابن الجوزی)

چنان چہ سب سے پہلا کام اپنی نیت کو مٹولنا اور اس کو صحیح کرنا ہے اور یہ کام بار بار کرنا ہو گا، جب بھی اپنی نیت کو بگڑا ہوا پائے اسی وقت اپنی نیت کی صحیح کی جائے۔ ایک بات سامنے رہے، اس پہلی بات

میں جو عرض کیا جا رہا ہے، وہ ہے تصحیح نیت، اس کا مقتضی یہ ہے کہ اگر حصول علم کے وقت نیت ٹھیک نہ ہو تو اس حصول علم کو ترک نہیں کرنا چاہیے؛ بلکہ اپنی نیت کو درست کر لینا چاہیے، اور جب تک نیت درست نہ ہو، محض نیت درست نہ ہونے کی وجہ سے ترک علم صحیح نہیں؛ کیوں کہ بزرگوں کا مقولہ ہے: ﴿تَعْلَمُنَا الْعِلْمُ لِغَيْرِ اللَّهِ، فَأَنْتُمُ الْعِلْمُ إِلَّا أَنْ يَكُونَ لِلَّهِ﴾۔ (کہ ہم نے علم غیر اللہ کے لیے پڑھا تھا، مگر وہ مانا ہی نہیں، لہذا وہ اللہ کا ہو کرہی رہا) اس لیے علم کے حاصل کرنے کو ترک نہ کرے؛ بلکہ اپنی نیت درست کر لے۔

دوسرا کام: علمی استعداد مضبوط کرنا

تصحیح نیت کے بعد جو اہم ترین کام ہے، وہ اپنی علمی استعداد کو مضبوط سے مضبوط تر کرنا ہے، اس کے لیے پہلے دن سے ہی اپنی کمر کرنا ہو گی، مدارس دینیہ میں جتنے بھی علوم پڑھائے جاتے ہیں، ان میں اپنے آپ کو اتنا ماحر اور مضبوط بنانا ضروری ہے کہ علوم کا کوئی بھی شعبہ ہو (صرف و نحو ہو یا متنطق، علم الکلام ہو یا فلسفہ و بلاغت، اصول فقہ ہو یا فقہ، اصول حدیث ہو یا حدیث، اصول تفسیر ہو یا تفسیر) کسی شخص کے سامنے ان علوم میں آپ کی کمزوری نہ آ سکے، اور ان علوم میں لغزش کھانے والا کوئی بھی اہل علم آپ کی نظر سے بیجے کے نہ گزرا سکے، اس استعداد کے حصول کے لیے اگر حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانوی صاحب رحمہ اللہ کا مفہوم سامنے رکھ لیا جائے تو انشاء اللہ وہ ہی کافی ہو جائے گا، حضرت فرمایا کرتے تھے، جو طالب علم تین کام کر لے، اللہ تعالیٰ اسے ضرور علم کی دولت سے نواز دیں گے: مطالعہ، سبق میں توجہ سے حاضری اور تکرار۔

ان تینوں کاموں کو بہر صورت انجام دینا حصول علم کی کامیابی کی کنجی ہے، ان تینوں کاموں کے بارے میں اجمالاً یہ عرض کرنا ہے کہ

”مطالعہ“ نام ہے، معلومات کو مجہولات سے الگ کر دینے کا، یعنی: جب آپ سبق میں شریک ہونے سے پہلے کتاب کھوں کے مطلوبہ سبق کا مطالعہ کریں، اس سبق کو صرفی، نحوی اور لغوی اعتبار سے حل کریں، اس کے ترجیح، ترکیب اور مفہوم کو سمجھنے کی کوشش کریں، اس کوشش میں جو جو کامیابی آپ کو حاصل

ہو جائے، وہ ”معلومات“ کہلائیں گی، اور جو بات سمجھ میں نہ آسکے، اسے ”مجهولات“ کا نام دیا جائے گا، ”مجهولات“ آپ کے ذہن میں مختصر ہونی ضروری ہیں؛ تا کہ کسی دوسرے وقت، کسی دوسرے ساتھی یا استاذ سے یا سبق میں انھیں خاص طور پر حل کیا جاسکے، مطالعہ کی اتنی کوشش ان شاء اللہ آپ کو آگے سے آگے لے جانے کا ذریعہ بنے گی۔

اس کے بعد ”سبق میں حاضری“ کا مرحلہ ہے، اس مرحلے میں بھرپور کوشش یہ ہونا ضروری ہے کہ آپ سے نہ تو کوئی سبق چھوٹنے پائے اور نہ ہی کسی سبق میں بے تو جہی اور غفلت سے شریک ہوں؛ بلکہ سبق کی ابتداء سے انتہاء تک پوری بیدار مغزی سے شرکت ضروری ہے، اس کوشش میں کامیابی کے لیے ضروری ہے کہ دورانِ سبق استاذ کی زبان سے جو بات بھی نکلے اُس بات کے علاوہ کوئی بات آپ کے کانوں میں داخل نہ ہو، اسی طرح آپ کی آنکھ استاذ سے ہٹ کر کسی اور طرف مشغول ہونے والی نہ ہو، نیز! دل و دماغ پوری طرح سبق میں ہی حاضر رہیں، سبق میں سامنے آنے والی باتوں کو ذہن میں محفوظ کرنے کی کوشش کی جائے، اور سبق کے بعد انھیں کاغذ پر محفوظ کر لیا جائے۔

اس کے بعد آخری مرحلہ ”تکرار“ کا ہے، سبق میں سنی ہوئی باتوں کے ذہرانے کو ”تکرار“ کہتے ہیں۔ اس مرحلے میں مطالعہ اور سبق میں رہ جانے والی کسیں نکل جاتی ہیں، تکرار کا عمل جتنے بھرپور طریقے سے مکمل ہو گا، آپ کی سبق پر گرفت اتنی ہی زیادہ ہو گی، بزرگوں کا مقولہ ہے کہ جو طالب علم جتنا زیادہ تکرار کا ماہر ہو گا، وہ اتنا ہی بہترین مدرس بن سکے گا۔ تکرار کے بارے میں تجربہ یہ ہے کہ تکرار میں بولنے والے کو جو فائدہ حاصل ہوتا ہے، وہ سننے والے کو نہیں ہوتا؛ اس لیے زیادہ بہتر یہ ہے کہ تکرار کی جوڑی دو افراد کی ہو، پہلے ایک بولے پھر دوسرا، اگر دو سے زیادہ ہوں، تو وقت کی قلت کے باعث ایک ہی بول سکے گا باقی صرف سننے والے ہوں گے، ان کے اندر اس مرحلے میں کمال حاصل کرنا ممکن نہ ہو سکے گا۔ یہ تینوں مرحلوں کا اجمالی خاکہ تھا، ان کی طرف مزید راہنمائی متعلقہ اسناد سے حاصل کر کے قدم اٹھایا جائے۔

تیسرا کام: خوشنخلي اور عمدہ تحرير

خوشنخلي اور عمدہ تحرير کے ذریعے ایک عالم دین بہتر سے بہتر انداز میں دین کی خدمت کر سکتا ہے

اور سامنے والے پر اچھا اثر ڈال سکتا ہے، اس صفت میں ملکہ حاصل کرنے کے لیے بھی پہلے دن سے ہی محنت کرنا ضروری ہے، اگر ممکن ہو سکے تو کسی ماہر کاتب سے باقاعدہ وقت لے کر مشق کرے، اس کے لیے سب سے پہلے حروف تہجی کی صورتوں کو قواعد کے مطابق ذہن میں محفوظ کرے، اس کے بعد مرکبات کی مشق کرے، بالخصوص تین حروف تک کے مرکبات کی پہچان ضرور کر لی جائے، یعنی: کسی بھی حرف کے استعمال کی تین صورتیں تو یقینی ہیں: وہ حرف شروع میں ہو گا، درمیان میں ہو گا، یا آخر میں آئے گا، ان تینوں حالتوں میں اُس کی شکل اور بناؤٹ کیا ہو گی، اس کو سیکھ کر مشق کرے، اس بارے میں ایک مفید صورت یہ بھی ہوتی ہے کہ جہاں کہیں بھی کسی کاتب کا لکھا ہوا کوئی لفظ دیکھیں اُس کی بناؤٹ کو ذہن میں محفوظ کر لیں اور بعد میں اس کی نقل اتارنے کی کوشش کریں، اس طریقے سے بہت جلد آپ کی خوشنی میں نکھار آتا چلا جائے گا۔

چوتھا کام: خطابت

اپنی بات دوسروں کے سامنے رکھنے کے لیے، دوسروں کو دین کی طرف راغب کرنے کے لیے سب سے موثر ذریعہ زبان ہے، گفتگو کے فن اور خطابت کے اسرار و رموز سیکھے بغیر معاشرے میں پیدا ہونے والے سیکڑوں برمائیوں کا سد باب آسانی سے ممکن نہیں ہے، ایک اچھا خطیب اور مقرر اپنے زورِ بیان کے ساتھ بے حس قوموں میں حس پیدا کرتا ہے، سوئی ہوئی اقوام کو بیدار کرتا ہے، بگڑے ہوئے اخلاق کو سنوار سکتا ہے۔ اور یہ بدیہی بات ہے کہ ہر انسان میں قدرت کی طرف سے کچھ نہ کچھ قوت پیان عطا کی گئی ہوتی ہے، اب انسان کا کام ہے کہ وہ اپنی اس استعداد کو مسلسل مشق کرتے ہوئے درجہ کمال تک پہنچائے، اس مشق کے لیے ضروری ہے کہ ماہرین کے انداز بیان کو خوب اچھی طرح پرکھا جائے اور خوب مشق کی جائے، اپنی بات میں وزن، قوت اور اثر پیدا کرنے کے لیے سب سے پہلے اپنی زبان کو سہل اور آسان کرنا ہو گا، یعنی: اپنی گفتگو میں آسان سے آسان تعبیرات، الفاظ اور اسلوب اپنانا ہو گا، اس سے آہستہ آہستہ چہرے کے تاثرات، آواز کے اتار چڑھاؤ اور جسم کی حرکات و مکنات پر کثروں حاصل ہو گا، الغرض چہرہ، آواز اور

ہاتھوں کے مناسب اشارے ہماری بات میں قوت، تاثیر اور تفہیم پیدا کرتے چلے جائیں گے۔

پانچواں کام: غیر نصابی مطالعہ

درسِ نظامی کی تعلیم کے ساتھ ساتھ اپنی دینیات کے مطالعہ کو وسیع کرنا بھی ہماری ضرورت ہے، دینی مطالعہ کے ساتھ خارجی حالات سے تازہ ترین واقفیت بھی ہونی چاہیے؛ تاکہ اعتماد کے ساتھ پختہ اور معتمد دینی معلومات رکھتے ہوئے عوام کا سامنا کر سکیں، اس کے لیے یہ ضروری ہے کہ اس کی وجہ سے ہماری نصابی تعلیم متاثر نہ ہونے پائے، دوسری بات یہ کہ مضر کتب کا مطالعہ نہ ہو، اس کا حل یہ ہے کہ یہ مطالعہ اپنے اساتذہ کی گلگرانی میں ہو، ان کے مشورے سے، درجہ وار، الا ہم فالا ہم کے قاعدے کے مطابق مدرجہ ہو، اور سب سے اہم بات یہ کہ فرست کے اوقات میں ہو، نہ کہ تعلیمی اوقات میں۔

چھٹا کام: تجوید و حفظ القرآن

وہ طلبہ جو حافظِ قرآن نہیں ہوتے، انھیں عام طور پر دو تین مشکلات میں بٹلا دیکھا گیا ہے، ایک تو قرآنِ کریم حفظ نہ ہونے کی وجہ سے بہت سے مقامات پر دشواری ہوتی ہے، فماز پڑھاتے وقت بالخصوص فمازِ فجر پڑھاتے وقت بہت دشواری محسوس کرتے ہیں، ان کی قرأت تجوید کے قواعد کو پورا کرنے سے قاصر نظر آتی ہے، اسی طرح ان کے بیانات اور تقاریر کے درمیان بھی قرآن پاک کی آیات کا بر محک استعمال بھر پور اعتماد سے نہیں ہو پاتا، اس لیے طلبہ سے یہ بھی گزارش ہے کہ اپنی اس کمی کو پورا کرنے کی ابتدا سے ہی فکر کریں، کچھ نہ کچھ قرآن پاک روزانہ یاد کرتے رہیں، کم از کم آخری دو تین پارے اور مشہور بڑی سورتیں تو یاد کر لینی ہی چاہیے، اور کسی ماہر فن قاری صاحب سے ضروری تجوید پڑھ کر اس کی مشق بھی کر لی جائے، اس ضمن میں خطباتِ جمعہ و عیدین اور خطباتِ نکاح بھی یاد کیے جائیں۔

ساتویں بات: غیر تعلیمی سرگرمیاں

یہ بات ہمیشہ سامنے رکھنے کی ہے کہ ہم اپنے گھر بار کو جو چھوڑ کر آئے ہیں ہمارا مقصد علم دین

حاصل کرنا ہے، لہذا ہمارے لیے ہر ایسی سرگرمی سے بچنا نہایت ضروری ہے جو ہماری تعلیم کے لیے نقصان دہ ہو، اس میں سرفہrst امر یہ ہے کہ ہم اس زمانہ میں ہر طرح کی تنظیمی وابستگی سے اپنے آپ کو دور رکھیں، یہ وابستگیاں ہمارے تعلیمی پروگرام کے لیے زبر قاتل کی مانند ہیں، یہ زمانہ ہمارے لیے ایک ایک لمحے کے اعتبار سے نہایت تیزی ہے؛ اس لیے اس دور میں ہماری مشغولیت صرف اور صرف تعلیم کے ساتھ ہونی چاہیے، ہاں فراغت کے بعد ہمارے کرنے کے کاموں میں حسب مزاج جس کام کی طرف میلان ہو یا ضرورت زمانہ جس کی مقاضی ہو، اُسے اختیار کر لینا چاہیے اور ضرور اختیار کیا جائے؛ لیکن ابھی نہیں، ابھی تو اس تعلیم کے ساتھ عملی میدان میں تحریک پیدا کرنے کی ضرورت ہے۔

آٹھواں کام: اسامدہ کرام اور طلبہ ساتھیوں کے حقوق

ایک اچھے اور باکردار طالب علم کے مقام کو حاصل کرنے کے لیے ضروری ہے کہ آپ کے دل میں اپنے محسین اسامدہ کرام کی محبت اور ادب غایت درجے کا ہو، اُن کی دل جوئی، خدمت اور اکرام کو اپنی سعادت سمجھیں، ان کا ادب، ان کی بات کو دھیان اور توجہ سے سنیں، اُن کی نصائح کو اپنی کامیابی کا راز سمجھ کر اپنائیں اور اُن کی خدمت کے کاموں کو تلاش کر کے پوری لگن کے ساتھ کریں، یہ سب امور ایک طالب علم کو بہت جلد ترقی کے منازل طے کرنا دیتے ہیں؛ لیکن اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی ضروری ہے کہ ان سب امور کا انجام دینا بدنی، مجبوری یا کسی غرضِ فاسد کے لیے نہ ہو، کہ یہ نیت فوائد تو درکنار تباہی اور بر بادی کی طرف لے جانے والی ہے۔

ایک دوسری چیز زمانہ تعلیم میں آپ کا اپنے طلبہ ساتھیوں کے ساتھ برنا تو ہے، ایک مخصوص عرصے کے لیے آپ کو ایک اجتماعی ماحول میں رہنا ہے، اس ماحول میں ایک نشست آپ کی درس گاہ کے ساتھیوں کی ہے، دوسری نشست آپ کے کمرے کے ساتھیوں کی ہے، تیسرا نشست عمومی طور پر پورے جامعہ کے ساتھیوں کی ہے، ان تمام مرافق میں اگر آپ اپنے ساتھ یہ طے کر لیں گے کہ میں اپنے ان تمام قسم کے ساتھیوں کے ہر قسم کے حقوق ادا کروں گا اور میری طرف سے کسی کو کسی قسم کی تکلیف نہیں پہنچے

گی، میں کسی کی چیز بغیر اجازت استعمال نہیں کروں گا تو اللہ رب العزت آپ کی اس مبارک صفت کی وجہ سے آپ کی عزت اور احترام آپ کے تمام طلبہ ساتھیوں کے دلوں میں ڈال دیں گے، بصورتِ دیگر! جہاں آپ بے اطمینانی اور بے سکونی کا شکار ہوں گے، وہاں ہر کوئی آپ سے اس طرح دور رہنے کی کوشش کرے گا، جیسے کوئی شخص کسی موزی جانور سے بچنے کی اور دور رہنے کی کوشش کرتا ہے، لوگ آپ کے شر سے بچنے کی خاطر آپ سے سلام دعا اور میل جوں رکھیں گے؛ لیکن ان کے دل آپ کے بارے میں فُرتوں سے بھرے ہوں گے۔

ایک اچھا انسان بننے کے لیے آپ اپنے ساتھ یہ طے کر لیں کہ آپ جب بھی کسی سے ملیں تو اس طریقے اور ان اخلاق سے ملیں کہ وہ آئندہ آپ سے ملتا پسند کرے، آپ کے پاس بیٹھنا پسند کرے، آپ کے ساتھ کچھ وقت گزارنا اپنی سعادت سمجھے تو ان شاء اللہ آپ ہر دل عزیز شخصیت بننے چلے جائیں گے۔

نوال کام: مدرسہ کے ضوابط اور قوانین

علم کی ترقی کے راستوں میں ایک ضروری چیز اس ادارے کے نظم و نتیج اور اصول و ضوابط کو پورا کرنا بھی ہے، یہ بات اظہرِ من الشّمس ہے کہ کوئی بھی ادارہ ہو، وہ بغیر اصول و ضوابط کے نہیں چل سکتا اور یہ بات بھی بالکل بدیہی ہے کہ اصول و ضوابط اجتماعی نظم کو درست رکھنے کے لیے ہوتے ہیں؛ اس لیے اپنے ادارے کے اصول و ضوابط کو پورا کرنا ہماری خوشگوار زندگی کا سبب بنے گا، اس سے ہمارے اندر نکھار پیدا ہو گا، ہماری زندگی ایک مرتب نظام کے مطابق سلیمانی ہوئی گزرے گی، ہر کوئی ہم سے خوش ہو گا اور ہم سب سے خوش ہوں گے، مثلاً: اس کے لیے یہ اصول ہنالیں کہ تعلیم کا وقت شروع ہوتے ہی درس گاہ میں پہنچ جانا ہے، کھانے کا وقت ہوتے ہی کھانے کے لیے چلے جانا ہے، سونے کا وقت ہوتے ہی سونے کے لیے لیٹ جانا ہے، درس گاہ ہو یا رہائشی کرہ، اپنی باری پر خدمت اور صفائی کرنی ہے، تو یقین جانیے کہ مدرسہ کے کسی استاذ کو، حتیٰ کہ مدرسہ کے کسی بھی کارکن کو آپ سے کوئی تکلیف نہیں پہنچے گی، کوئی آپ سے

تک نہیں ہو گا، نہ کسی کو آپ سے کسی قسم کی کوئی شکایت ہو گی اور نہ ہی آپ کو کسی کی طرف سے کسی قسم کی نگواری کا سامنے کرنا پڑے گا۔

سوال کام: تعلق مع اللہ اور اصلاحِ ظاہر و باطن

ایک انتہائی اہم بات یہ ہے کہ ہماری سالہا سال کی یہ محنت اس لیے ہے کہ ہم میں سو فیصد اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرنے کی استعداد پیدا ہو جائے، لہذا عبادات کے ذریعے، مناجات کے ذریعے اور موقع محل کے مطابق اتباع رسول ﷺ کے ذریعے ہم لحہ بر لمحہ اللہ تعالیٰ کے قرب میں آگے بڑھ سکتے ہیں، آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مسنون زندگی کا کوئی گوشہ ہم سے مخفی نہ ہو اور اسی طرح ہماری زندگی کا کوئی عمل سدت نبوی ﷺ کے خلاف نہیں ہونا چاہیے، یہ کوشش ہماری ہر کوشش سے زیادہ قیمتی اور ضروری ہے، اس کے ساتھ ساتھ یہ بات بھی سامنے رہے، ہم مدرسہ اور مدرسہ سے باہر کی زندگی میں اپنی طرف سے عبادات، معاملات، معاشرت، اخلاق اور خدمت خلق کا ایسا نمونہ چھوڑیں کہ آپ کی مثال دے کر لوگ اپنے بچوں کی تربیت کریں، ہم اپنے مقام پر، اپنے گھروں میں، اپنے گلی محلوں میں، اپنے معاشرے میں اپنے آپ کو ایسا پیش کرنے کی کوشش کریں کہ ہمارے متعلقین واضح طور پر، کھلی آنکھوں ہمارے بارے میں یہ محسوس کریں کہ ”ہمارا یہ عزیز“ مدرسہ کی زندگی اختیار کرنے سے قبل، یا سابقہ سال میں تو (اپنی عبادات، اپنے معاملات، اپنی حسن معاشرت اور اپنے اخلاق میں) ترقی کے اس معیار پر نہیں تھا، جس معیار پر اب پہنچ چکا ہے۔ اس سے آپ ان شاء اللہ العزیز ایک ایسے مثالی طالب علم بن جائیں گے کہ لوگ آپ کی صلاحیتوں کی وجہ سے آپ کو اپنے کندھوں پر بٹھائیں گے، آپ کا ادب کریں گے، آپ کی بات توجہ سے سنیں گے، آپ کے مشوروں پر عمل کریں گے، آپ کی خدمت کو اپنی سعادت سمجھیں گے، اپنے فیصلوں کے لیے آپ کو حکم بنا تسلیم کریں گے، آپ کی مثالیں دے کر اپنی اولاد اور اپنے ماتکھوں کی تربیت کریں گے، آپ کو دیکھ کر اپنی اولاد کو بھی مدارس دینیہ میں داخل کروانے کا فیصلہ کریں گے۔ اور سب سے بڑھ کر یہ کہ اللہ رب العزت دنیا و آخرت کی سعادتیں آپ کا مقدر بنا دیں گے۔

اللہ رب العزت ہم سب کو اپنی مرضیات پر چلنے کی توفیق مرحمت فرمائے! آمین!

نوجوانان ملت اور ہمارا معاشرہ

حضرت مولانا محمد عظیم قاسمی فیض آبادی



افراد انسانی کا اجتماعی ڈھانچہ معاشرہ کہلاتا ہے، اجتماعی زندگی کی درستگی و خوبی اور اس کو پر سکون و خوشگوار بنانے کے لیے کچھ کلیدی صفات کی ضرورت ہے، خصوصاً نوجوان نسل کو ان صفات سے متصف ہونا انتہائی ضروری ہے، اگر معاشرے میں ان صفات کا خیال نہ رکھا جائے تو اجتماعی زندگی پر بیشانی الجھن اور مصیبتوں کی آماجگاہ بن جاتی ہے، پھر معاشرے کا وہی حشر ہوتا ہے آج مغرب جس سے دوچار ہے اور ہمارے معاشرے میں بھی وہ ساری خامیاں آہستہ آہستہ داخل ہو رہی ہیں۔

چونکہ جوان جس طرح گھر خاندان کا ایک فرد ہے اور گھر بیلوں و خاندانی ماحول کے پر سکون بنانے کے لیے نوجوان کی ذمہ داریاں اور اس کے کچھ حقوق ہیں، اسی طرح گھر خاندان کے دائرے سے آگے نوجوان اپنے گرد و پیش معاشرے کا بھی ایک فرد ہے؛ بلکہ صحت مند اور اسلامی معاشرے کے تشكیلی عناصر کا جزو لا بیانک ہے اور معاشرے کی اصلاح اور اسلامی و خوشگوار معاشرے کی تشكیل کے لیے نوجوان کی ذمہ داری سب سے اہم ہے اس کے اسلامی کردار و گفتار، اخلاق اور اعمال حسنہ کے بغیر معاشرے کی اصلاح اور اسلامی معاشرے کا وجود ناکام و ناتمام رہتا ہے۔

نوجوانان ملت کے بے شمار واقعات ہیں کہ انہوں نے اپنے اسلامی کردار و اعمال، اچھے اخلاق کے ذریعہ ایک مثالی معاشرہ قائم کیا، ایثار و ہمدردی یعنی دوسروں کو اپنے اوپر ترجیح دینا اور دوسرے کے دکھ درد میں شریک ہونا اسلام کی معاشرتی تعلیم ہے، معاشرہ کے انتہائی نظام کے استحکام اور بقا میں اس کا بڑا عمل خل ہے۔

امام و اقدسی علیہ الرحمہ کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ مجھے بڑی مالی پریشانی کا سامنا کرنا پڑا، فاقوں تک نوبت پہنچ گئی، گھر سے اطلاع آئی کہ عید کی آمد آمد ہے اور گھر میں کچھ نہیں ہے، بڑے تو صبر کر لیں گے؛ لیکن بچ مفلسی کی عید کیسے گزاریں گے؟ یہ سن کر میں اپنے ایک تاجر دوست کے پاس قرض لینے گیا، وہ مجھے دیکھتے ہی سمجھ گیا اور بارہ سو درہم کی سربھر ایک تھیلی میرے ہاتھ کپڑا دی میں گھر ابھی آیا ہی تھا کہ میرا ایک ہاشمی دوست آیا، اس کے گھر بھی افلاس و غربت نے ڈیڑا ڈالتا تھا، وہ قرض چاہتا تھا، میں نے گھر جا کر اہلیہ کو قصہ سنایا، کہنے لگی تھی رقم دینے کا ارادہ ہے، میں نے کہا تھیلی کی آدمی رقم تاکہ دونوں کا کام چل جائے، اہلیہ نے کہا بڑی عجیب بات ہے کہ آپ کو ایک عام آدمی نے بارہ سو درہم دیئے اور آپ اسکو ایک عام آدمی کے عطیہ کا نصف دے رہے ہیں، آپ اسے پوری تھیلی دے دیں، لہذا میں نے پوری تھیلی اس کے حوالے کر دی وہ تھیلی لے کر گھر گیا تو میرا تاجر دوست اس ہاشمی کے پاس گیا، کہا عید کی آمد آمد ہے گھر میں کچھ نہیں ہے کچھ رقم قرض چاہیے، ہاشمی نے وہی پوری تھیلی تاجر دوست کے حوالے کر دی، تاجر کو اپنی ہی دی ہوئی تھیلی دیکھ کر بڑی حیرت ہوئی کہ یہ کیا ماجرا ہے؟ وہ تاجر دوست تھیلی ہاشمی کے پاس چھوڑ کر میرے پاس آیا، میں نے اس کو پورا واقعہ سنایا، دراصل تاجر دوست کے پاس بھی اس تھیلی کے علاوہ کچھ نہیں تھا، اس نے سارا مجھے دے دیا تھا اور خود قرض لینے ہاشمی کے پاس چلا، ہاشمی نے جب وہ تھیلی حوالے کرنا چاہی تو راز کھل گیا۔

ایثار و ہمدردی کے اس انوکھے واقعہ کی اطلاع جب وزیر یحییٰ بن خالد کے پاس پہنچی تو وہ دس ہزار دینار لے کر آئے، کہنے لگے ان میں دو ہزار آپ کے، دو ہزار آپ کے ہاشمی دوست کے، دو ہزار تاجر دوست کے اور چار ہزار آپ کی اہلیہ کے ہیں؛ کیوں کہ وہ تو سب سے زیادہ قابل قدر اور لاکن اعزاز ہے۔ اسی طرح حضرت ربع بن خیثمشہور تابعی ہیں، ان کے زہد و تقویٰ اور دنیا سے بے رغبتی کے یادگار واقعات تاریخ کی کتابوں کی زینت بنے ہوئے ہیں۔

ایک مرتبہ ان پر فانج کا حملہ ہوا، صاحب فرش ہو گئے، انسان بیمار ہوتے خواہشات کا نخل آرزو ہرا ہوجاتا ہے، انھیں مرغی کے گوشت کھانے کی خواہش ہوئی، چالیس دن تک اس کا انٹھار نہیں کیا، اس کے بعد یوں سے کہا، انھوں نے مرغی کا گوشت بنا کر آپ کے سامنے پیش کیا، ابھی آپ نے ہاتھ بڑھایا ہی تھا کہ دروازے سے فقیر نے خیرات کی صدائگائی، آپ نے اپنا ہاتھ کھینچا اور الہیہ سے فرمایا یہ فقیر کو دے آؤ، الہیہ نے کہا میں فقیر کو اس سے بہتر چیز دے آتی ہوں، آپ نے پوچھا وہ کیا ہے، کہنے لگیں اس کی قیمت فرمایا بہت اچھا قیمت لے آؤ، وہ قیمت لے کر آئیں تو آپ نے فرمایا یہ کھانا اور قیمت دونوں اس فقیر سائل کو دے آؤ۔

اسلام کی پاکیزہ تعلیمات نوجوان نسل کو اچھے اخلاق و کردار کا خونگر بہانا چاہتی ہے، صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا، اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! انسان کو جو کچھ عطا ہوا ہے، اس میں سب سے بہتر کیا ہے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب میں فرمایا اچھے اخلاق!

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایمان والوں میں زیادہ کامل ایمان والے وہ لوگ ہیں، جو اخلاق کے اعتبار سے زیادہ اچھے ہیں، بلاشبہ اخلاق کا مقام بہت بلند مقام ہے اور انسان کی سعادت و نیک بخشی، فلاح و کامرانی کے معراج میں اخلاق کا بڑا اہم اور خاص ڈھل ہے، کسی شاعر نے کیا ہی خوب کہا ہے۔

اخلاق کی دولت سے بھرا ہے میرا دامن
گو پاس میرے درہم و دینار نہیں ہیں

اسلام کی پاکیزہ تعلیمات نوجوان نسل کو اخلاقِ حسنہ کا درس دیتی ہیں، بزرگوں کا ادب و احترام، چھوٹوں پر شفقت، علماء کی قدر و منزلت، محتاجوں اور بے کسوں کی دادرسی ہم عرونوں کے ساتھ محبت والفت اور جذبہ ایثار و ہمدردی کا سبق دیتی ہے، معلم اخلاق محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم نیفر مایا: **عَمَّنْ لَمْ يَرْحَمْ
صَغِيرَنَا وَلَمْ يُوقِرْ كَبِيرَنَا لَيْسَ مِنَّا** (جو شخص چھوٹوں کے ساتھ رحم اور بڑوں کی تو قیرنہ کرے وہ ہم

میں سے نہیں) بہ ظاہر یہ ایک مختصری حدیث ہے؛ لیکن اپنے اندر ایسی وسعت و گہرائی رکھتی ہے کہ اگر ساری کائنات اس حدیث پر عمل کر لے تو دنیا کے سارے جھگڑے ختم ہو جائیں، ظاہر ہے کہ اگر ہر شخص اپنے چھوٹوں سے پیار و محبت، شفقت و رحم کا معاملہ اور نرمی کا برداشت کرے اور ہر چھوٹا اپنے بیٹوں کی عزت و احترام کو ملحوظ رکھے، ان کی تغییم و تکریم کرے تو جذبہ ایثار و ہمدردی پروان چڑھے گا اور اس طرح معاشرہ الفت و محبت کا گھوارہ بن جائے گا۔

اسلامی تاریخ میں مسلمانوں کے جذبہ ایثار اور دوسروں کو اپنے اوپر ترجیح دینے کی ایسی بے شمار مثالیں پائی جاتی ہیں، جس کی نظریہ کسی دوسری قوم و مذہب میں نہیں ملتی۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک انصاری کے گھر رات کو مہمان آگیا، ان کے پاس صرف اتنا کھانا تھا کہ یہ خود اور ان کے بچے کھائیں، انھوں نے اپنی بیوی سے فرمایا کہ بچوں کو کسی طرح سلاادو اور گھر کا چراغ گل کر دو پھر مہمان کے سامنے کھانا رکھ کر برابر بیٹھ جاؤ کہ مہمان سمجھے کہ ہم بھی کھار ہے ہیں؛ مگر ہم نہ کھائیں؛ تاکہ مہمان پیٹ بھر کے کھاسکے۔ (ترمذی)

حضرت قشیری نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے نقل کیا کہ صحابہ کرام میں سے ایک بزرگ کو کسی شخص نے ایک بکری کا سرباطور ہدیہ پیش کیا، اس بزرگ نے خیال کیا کہ ہمارا فلاں بھائی اور اس کے اہل و عیال ہم سے زیادہ ضرورت مند ہیں، یہ سران کے پاس بھیج دیا، یہ سر جب دوسرے بزرگ کے پاس پہنچا تو اسی طرح انھوں نے تیرے کے پاس اور تیرے نے چوتھے کے پاس بھیج دیا، حتیٰ کہ سات گھروں میں پھرنے کے بعد یہ سر پہلے بزرگ کے پاس واپس آگیا۔

ایک مرتبہ فاروقؑ اعظم رضی اللہ عنہ نے چار سو دینار ایک تھلی میں رکھ کر غلام کے سپرد کیا کہ ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کے پاس لے جاؤ کہ ہدیہ ہے قبول کر کے اپنی ضرورت میں صرف کر لیں اور غلام کو ہدایت کر دی کہ ہدیہ دینے کے بعد کچھ دیر پڑھ جانا اور دیکھنا کہ ابو عبیدہ اس رقم کو کیا کرتے ہیں، غلام نے

حسب ہدایت یہ تھی حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پیش کر دی اور ذرا ٹھہر گیا، ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے تھیلی لے کر کہا کہ اللہ ان کو یعنی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اس کا صلدے اور ان پر رحمت فرمائے اور اسی وقت اپنی کنیز کو کہا کہ لو یہ سات فلاں کو دے دو پانچ فلاں شخص کو دے آؤ، حتیٰ کہ پورے چار سو دینار اسی وقت تقسیم کر دیے، غلام نے واپس آکر واقعہ بیان کر دیا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسی طرح چار سو دینار کی ایک دوسری تھیلی غلام کو دے کر ہدایت کی کہ معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو دے آؤ اور وہاں بھی دیکھو کہ وہ کیا کرتے ہیں، یہ غلام لے گیا، انھوں نے تھیلی لے کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے حق میں دعا دی ”رَحْمَةُ اللَّهِ وَوَصْلَهُ“ (اللہ ان پر رحمت فرمائے اور ان کو صلدے) یہ بھی تھیلی لے کر فوراً تقسیم کرنے کے لیے بیٹھ گئے اور اس کے بہت سے حصے کر کے مختلف گروں میں بھیجتے رہے، حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کی بیوی یہ سب ماجرا دیکھ رہی تھیں، آخر میں بولیں کہ ہم بھی تو بخدا مسکین ہی ہیں، ہمیں کچھ مانا چاہیے، اس وقت تھیلی میں صرف دو دینار رہ گئے تھے، وہ ان کو دے دیے غلام یہ دیکھنے کے بعد اونا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے بیان کیا تو آپ نے فرمایا کہ یہ سب بھائی بھائی ہیں۔

غور کیجیے کہ ان نقویٰ قدسیہ کے اندر فقر و فاقہ اور اپنی ضرورت و احتیاج کے باوجود اپنے دینی بھائی کی ضرورت و حاجت کو مقدم رکھنے اور اپنی بیوی بچوں کو بھوکا سلاادینے کی یہ صفات محمودہ صرف اور صرف نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت و تربیت سے آئی۔

اسی طرح کا واقعہ حضرت حذیفہ عدوی رضی اللہ عنہ کا ہے، فرماتے ہیں کہ میں جگ یرموک میں اپنے چچا زاد بھائی کی ٹلاش شہداء کی لاشوں میں کرنے کے لیے نکلا اور کچھ پانی ساتھ لیا کہ اگر ان میں کچھ جان ہوئی تو پانی پلا دوں گا، ان کے پاس پہنچا تو کچھ رنگ زندگی کی باقی تھی، میں نے کہا کہ کیا آپ کو پانی پلا دوں، اشارے سے کہا کہ ”ہاں“، مگر فوراً ہی قریب سے ایک دوسرے شہید کی آواز ”آہ آہ“ کی آئی تو میرے بھائی نے کہا کہ یہ پانی ان کو دے دو، میں ان کے پاس پہنچا اور پانی دینا چاہا تو تیسرے آدمی کی

آواز ان کے کان میں پڑی، اس نے بھی اس تیرے کو دینے کے لیے کہہ دیا، اسی طرح یک بعد مگرے سات شہیدوں کے ساتھ بھی واقعہ پیش آیا۔ جب ساتویں شہید کے پاس پہنچا تو وہ دم توڑچکے تھے، یہاں سے اپنے بھائی کے پاس پہنچا تو وہ بھی ختم ہو چکے تھے۔

اندازہ کیجیے کہ اگر پیاس کی شدت، گرمی و دھوپ کی تپش، رخموں سے چور اور پھر حالت بھی نزع کی ایسے نازک موقع پر دوسروں کا خیالِ محض نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم و تربیت آپ کے عملی نمونہ اور قوت ایمان کا ہی کرشمہ ہو سکتا ہے، اخلاق و اقدار کی بلندی کے اسی اعجاز کی طرف قرآن کریم نے اشارہ کیا ہے: «وَيُؤْتُرُونَ عَلَى النَّفِيْسِهِمْ وَأَنُوْكَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ» (اور وہ دوسروں کو اپنے اوپر ترجیح دیتے ہیں، اگرچہ خود تنگلہست ہوں)

دنیٰ اخوت، اسلامی ہمدردی و عنخواری، للہیت، الفت و محبت دوسروں کی خبرگیری و خیرخواہی اور بے غرضانہ تعاون یہ وہ اخلاق و اقدار ہیں، جن کے ذریعہ آپس میں دل ایک دوسرے سے ملے رہتے ہیں، آپسی تعاون و ہمدردی کا جذبہ پائیمار و بیدار ہوتا ہے۔ معاشرتی زندگی کے حوالے ان اخلاق و اقدار سے متصف ہوئے بغیر "نسل نو" ماحول و معاشرہ میں اسلامی کردار کی ذمہ داری سے عہدہ برآ نہیں ہو سکتی، نئی نسل کی اولین ذمہ داری یہی ہے کہ وہ اسلام کی تعلیم اخلاقیات سے آراستہ و پیرواستہ ہو کر معاشرہ میں خود اس کا عملی نمونہ پیش کرے۔

جنسیں حریر سمجھ کر بجھا دیاتم نے
وہی چاغ جلاو تو روشنی ہوگی



نماز کی سنن قبلہ و بعدیہ؛ اہمیت و فضیلت!

حضرت مولانا عبدالقوی ذکی حسائی

عقیدہ توحید کے بعد سب سے اہم ترین فریضہ، نماز ہے، بے شمار آیات و روایات، اس حکم کی فرضیت کے متعلق کتاب و سنت میں مذکور ہیں، اللہ سے قرب کا آسان اور قریب ترین راستہ ہے، اقرب ما یکون العبد من ربہ و هو ساجد بندہ اپنے پروردگار سے زیادہ قریب سجدہ کی حالت میں ہوتا ہے۔ (ابو داود) نماز نبی اکرم ﷺ کی آنکھوں کی ٹھنڈک ہے، حضرات صحابہ کرامؓ نے اس فریضہ کے آنے پر عید جیسی خوشی منانی، یہ فریضہ نماز کسی بیماری اور مجبوری میں بھی معاف نہیں ہے، نیز احادیث مبارکہ میں فراپش کے علاوہ دیگر نمازوں کی ترغیب دی گئی ہے، اور نبی کریم ﷺ کا اس سلسلہ میں متواتر عمل بھی ثابت ہے، اصطلاح شرع میں اُن نمازوں کو نوافل کہا گیا ہے؛ تاہم جن نمازوں کو نبی اکرم ﷺ نے اہتمام کے ساتھ ادا فرمایا، انہیں سنت موکدہ کہا جاتا ہے، نماز سے پہلے اور بعد کی جو سنتیں ہیں ان کی اہمیت کے لیے یہی بات کافی ہے کہ آپ ﷺ ان سنتوں کو نہایت اہتمام سے ادا فرمایا کرتے تھے، جیسا کہ آگے آئے گا، عام طور پر جو کوتاہی اور لاپرواہی اس حوالہ سے بر تی جا رہی ہے، وہ بہت ہی تکلیف دہ ہے، بالخصوص نوجوان طبقہ اس کا زیادہ شکار ہے، اس باب میں ہر نماز کے سنن سے متعلق مستقل فضائل ہیں، مجموعی لحاظ سے بھی ان سنن کی فضیلت آئی ہے، جو ہمیں عمل پر ابھارنے کے لیے کافی ہے، چنانچہ جو بندہ دن میں بارہ رکعتیں اہتمام سے ادا کرتا ہے اس کے لیے جنت میں ایک محل اللہ تعالیٰ کی جانب سے اس کو دیا جائے گا، ”قال رسول الله ﷺ من صلی فی يوم ولیلة نلتی عشرة رکعة بنی له بیت فی الجنة“ (ترمذی) وہ کوئی

بارہ رکعتیں ہیں۔ دو فجر سے پہلے کی، چار ظہر سے قبل اور دو بعد ظہر کے، دو مغرب بعد کی، اور عشاء کے بعد کی دو رکعتیں۔ ان میں سے ہر نماز کی سنتوں کی علیحدہ فضیلت ہے، جس کا عملًا الترام ہم پر ضروری ہے۔

فجر کی سنتوں کے متعلق فضائل؛ دن کے آغاز میں جو نماز پڑھی جاتی ہے وہ فجر کہلاتی ہے، اس کی سنتوں کے متعلق نبی اکرم ﷺ سے بڑے جامع فضائل مسطور ہیں، قال رسول اللہ ﷺ: لَا تَدْعُوهُمَا وَان طرفة کم العجیل (ابوداؤد۔ برداشت ابو ہریرہ) نبی ﷺ نے فرمایا فجر کی دور رکعت سنت نہ چھوڑو اگر چہ تمہاری یہ حالت ہو کہ گھوڑے تم کو دوڑا رہے ہیں، مطلب یہ کہ تم کہیں سفر پر تیزی سے جا رہے اور گھوڑوں کی پیٹ پر سوار ہوتے بھی اس سنت کو ترک نہ کرو، ایک مقام پر سنت فجر کی فضیلت یوں بیان فرمائی ”لَمْ يَكُنَ النَّبِيُّ عَلَى شَيْءٍ مِّنَ الْتَّوَافِ إِلَّا دَعَهُمَا عَلَى رَكْعَتِ الْفَجْرِ“۔ (بخاری و مسلم بحوالہ مشکاة۔ برداشت عائشہ) نبی اکرم ﷺ نوافل میں سب سے زیادہ فجر کی دور رکعت سنت کا اہتمام فرمایا کرتے تھے، سنتوں میں سے کسی سنت کی قضا نہیں ہے؛ مگر فجر کی سنت کی قضا ایک روایت سے ثابت ہے ”مَنْ لَمْ يَصُلْ رَكْعَتِ الْفَجْرِ فَلَيُصْلِهِمَا بَعْدَ مَا تَطَلَّعَ الشَّمْسُ“۔ (ترمذی، معارف الحدیث۔ راوی ابو ہریرہ) نبی ﷺ نے فرمایا جس نے فجر کی سنتیں نہ پڑھی ہوں اس کو چاہیے وہ سورج نکلنے کے بعد ادا کرے، ان روایات کی روشنی میں حضرت حسن بصریؓ کے نزدیک اور امام ابو حنیفہؓ کے ایک قول کے مطابق فجر کی سنت واجب ہے، (تحفۃ القاری، محدث پالپوریؓ)۔ علاوہ ازیں یہ حکم بھی فجر کی سنت کے ساتھ خاص ہے کہ جب کوئی آدمی نماز فجر کے لیے مسجد میں داخل ہوا اور فرض نماز شروع ہو چکی ہو، اس نو وارد کو یہ گمان غالب ہو کہ اس کو کم از کم دوسری رکعت یا قعده اخیرہ مل جائے گا، تو اس کو چاہیے کہ اول سنت ادا کرے، پھر نماز میں شامل ہو جائے، ”وَإِذَا خَافَ فَوْتَ رَكْعَتِ الْفَجْرِ لَا شُغْلَةَ بِسْتَهَا تُرْكَ“ (لکون الجماعة اکمل والا باعْ رجل ادرک رکعة فی ظاهر المنعُب)۔ (رد المحتار مع الدر المختار)

اسی طرح حضرت عبداللہ بن مسعودؓ ایک مرتبہ مسجد میں داخل ہوئے نماز شروع ہو چکی تھی، تو آپؓ نے پہلے

سنۃ ادا کی، پھر جماعت میں شامل ہوئے، (شرح معانی الاثار) ”اَنَّهُ دَخَلَ الْمَسْجِدَ وَالْامَامُ فِي الصَّلَاةِ فَصَلَى رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ“ ان روایات سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ نبی ﷺ اور حضرات صحابہ کرامؓ کے نزدیک فجر کی سنۃ کی کس قدر اہمیت تھی، اور انہوں نے اس سنۃ کا کس طرح اہتمام کیا۔

ظہر کی سنتوں کے متعلق فضائل؛ زوال شمس کے بعد پڑھی جانے والی نماز ظہر کہلانی ہے، اس کی سنۃ کے فضائل بھی قریب قریب فجر کی سنۃ کے ہیں، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا جو ان سنتوں کی حفاظت کرے گا، (یعنی روزانہ ادا کرے گا) اللہ اس کو دوزخ کی آگ پر حرام کر دے گا، ”مِنْ حَافِظٍ عَلَى أَرْبَعِ رَكْعَاتِ قَبْلِ الظَّهَرِ وَأَرْبَعِ بَعْدِهِ حِرْمَةُ اللَّهِ عَلَى النَّارِ“ (ترمذی، ابو داؤد، ابن ماجہ۔ بر روایت ام حبیبہ) صاحب معارف الحدیث اس حدیث کے ذیل میں لکھتے ہیں آقا ﷺ سے بعد ظہر درکعت پڑھنا زیادہ ثابت ہے، جو کہ سنۃ موکدہ کہلانی جاتی ہیں؛ البتہ چار رکعتوں کی صورت یہ ہو گی کہ دو سنۃ موکدہ اور دونقل، (معارف الحدیث) ایک دوسری روایت میں حدیث کا یہ مضمون آیا ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا ظہر سے پہلے کی چار رکعتیں جن کے درمیان سلام نہ پھیرا جائے، ان کے لیے آسمان کے دروازے (یعنی جنت کے دروازے) کھل جاتے ہیں، (سنن ابو داؤد۔ ابن ماجہ، راوی ابوالیوب الانصاریؓ) قال

النَّبِيُّ مُّصَلِّي اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَرْبَعَ قَبْلِ الظَّهَرِ لَيْسَ فِيهِنَّ تَسْلِيمٌ تَفْحَنَ لَهُنَّ أَبْوَابُ السَّمَاءِ.

عصر کی سنتوں کے فضائل؛ نماز عصر جو دن کے درمیانی حصہ میں ادا کی جاتی ہے، اس نماز کی سنۃ کے سلسلہ میں صرف آپ ﷺ کا ترغیبی ارشاد ملتا ہے، جس کا اہتمام کرنے پر بندہ مستحق ثواب ہوتا ہے، آقا ﷺ کا فرمان ہے زرحم اللہ امراأصلی قبل العصر اربعاءً (مسند احمد بحوالہ معارف الحدیث، راوی ابن عمرؓ) اللہ کی رحمت ہو اس بندے پر جو عصر سے پہلے چار رکعتیں پڑھے، اگرچہ اس سنۃ کا حکم کوئی تاکیدی نہیں ہے، مگر طالب آخرت کے لیے اعمال صالحہ بہترین سرمایہ ہے، جو اسی دنیا میں وہ کر سکتا ہے، اسی طرح آپ ﷺ سے عصر سے پہلے دو گانہ نماز ادا فرمانا بھی ثابت ہے، کان رسول اللہ ﷺ یصلی قبل

العصر رکھیں (ابوداؤد، مشکاۃ، بروایت حضرت علیؓ) چونکہ یہ سنت غیر موکدہ ہے، اس سلسلہ میں اس سنت کا حکم یہ کہ اس کے پڑھنے والے کو ثواب، اور نہ پڑھنے والے کو کوئی گناہ نہیں؛ البتہ سنت موکدہ باصرار چھوڑنے والا گنہگار ہوگا، اگر ہم ایسے وقت مسجد پہنچ اور کچھ وقت جماعت کے لیے باقی ہو تو بجائے قیل و قال کے دو یا چار رکعت پڑھ کر اس فضیلت کو حاصل کریں۔ جیسا کہ روایات سے معلوم ہوا۔

مغرب کی سنتوں کے فضائل؛ نماز مغرب غروب آفتاب کے فوراً بعد پڑھی جاتی ہے، اس کی سنتوں کی بھی بڑی فضیلت احادیث میں واضح طور پر آئی ہے، آپ ﷺ فرماتے تھے جو بندہ مغرب کے بعد چھ رکعت سنت پڑھے اس کے گناہ بخش دئے جائیں گے اگرچہ سمندر کے جھاگ کے برابر ہوں، قال علیہ الصلوٰۃ والسلام من صلیٰ بعد المغرب ست رکعات غفرت له ذنوہ و ان کا نت مثلاً زید البحر (طبرانی) اللہ کی رحمت اپنے بندوں پر کس طرح مہرباں ہے، ذرا سی کوشش سے بندہ اپنے ڈھیر سارے گناہ بخش والے، اور پاک ہو جائے، درحقیقت یہ فضائل ہمارے لیے ہیں، دن رات آدمی اللہ کی کتنی نافرمانی کرتا ہے، پھر بھی اللہ نے ہمارے لیے بخشش کے دروازے کھولے ہوئے ہیں، ایک دوسری روایت میں ہے کہ جس نے بعد نماز مغرب بات کرنے سے پہلے دو یا چار رکعات نماز پڑھی، اللہ اس کی نماز کو جنت کے اعلیٰ مقام علیین تک اٹھائے گا، ”قال النبی ﷺ من صلیٰ بعد المغرب قبل ان یتكلّم رکھیں.... وفى روایة اربع رکعات رفت صلاته فی علیین“۔ (مشکاۃ) مطلب یہ ہے کہ اس کے اس عمل کو ساتوں آسمان تک اٹھایا جائے گا، ایک دوسرा قول یہ بھی ہے کہ آخرت میں اس کا یہ عمل اللہ سے قرب کا ذریعہ بنے گا و الریبها من الله فی الآخرة (باب السنن وفضلها، ص ۸۹۲ لماعت شرح مشکاۃ)۔

عشاء کی سنتوں کے فضائل: دن کی آخری نماز عشاء کی نماز ہے، اس کے سenn کا اہتمام بھی نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ثابت ہے، حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا میں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ آپ ﷺ کے گھر میں عشاء کے بعد دو رکعت نماز پڑھی: ”صلیت مع رسول الله ﷺ....

ورَكْعَيْنِ بَعْدِ الْعِشَاءِ فِي بَيْتِهِ۔ (بخاری و مسلم) اور ابو داؤد کی روایت میں نبی ﷺ کا یہ عمل مذکور ہے کہ آپ ﷺ جب بھی حضرت عائشہؓ کے یہاں تشریف لاتے چار یا چھ رکعات ضرور ادا فرماتے۔ (ابو داؤد، معارف الحدیث، روایت عائشہؓ) ”قالت ما صلی رسول الله ﷺ العشاء قط فدخل على إلا صلی أربع رکعات أو سنت رکعات“ اس حدیث کے ذیل میں محدثین فرماتے ہیں جمہور ائمہ کے نزدیک تو وہی دور رکعت سنت مونکہ ہیں جو ابن عمرؓ کی روایت سے منقول ہیں، البته ان دور رکعت کے علاوہ آرام فرمانے سے پہلے مزید دو یا چار رکعت آپ ﷺ پڑھتے تھے۔ ان فضائل کے ہوتے ہوئے بھی سنتوں کے سلسلہ میں اگر ہمارا معاملہ کوتا ہی والا ہے تو سمجھو بہت بڑی محروم ہم اپنے سر لے رہے ہیں، جس کا اندازہ ہمیں کل قیامت میں ہوگا۔

علوم قرآنیہ و نبویہ کے شاگقین کے لئے
بشارت عظمیٰ

بذریعہ ڈاک گھر بیٹھے طباو طالبات کو رس کر کے سند حاصل کریں۔
اپنی نوعیت کا منفرد سلسلہ مسلمان کی اولین ضرورت

ترجمہ و مطالعہ قرآن کورس | فتح تحریک و گورس

پراسپکٹس و داخلہ کے لئے خواہشمند طباو طالبات فوری رابطہ کریں۔

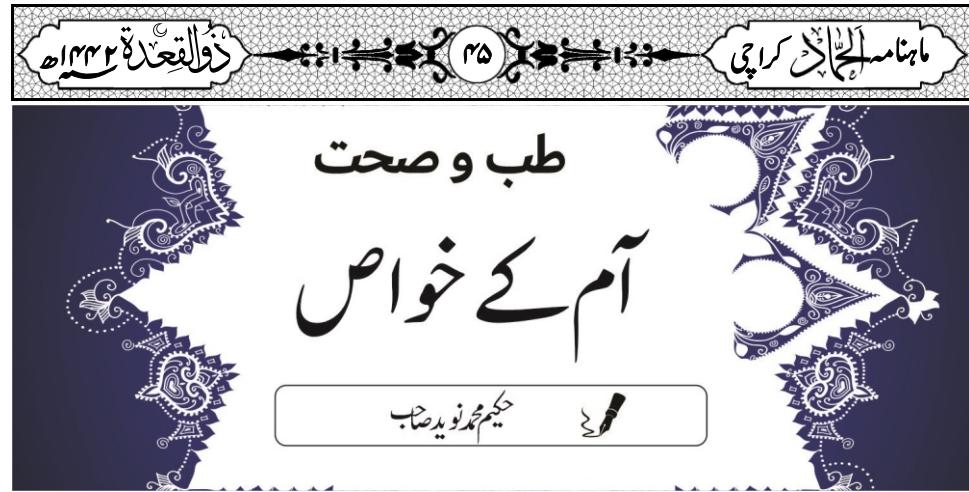
الْعُثْمَانِی اپن علوم قرآنیہ و نبویہ الکیڈی
0314-5233207 - 0334-5761474

میکرو سیر کیس میکرو سیر
سپلائی ہارڈ گارڈن - سپلائی ہارڈ گارڈن - سپلائی ہارڈ گارڈن

طب و صحت

آم کے خواص

حکیم محمد نوید صاحب



آم برصغیر پاک و ہند کا مشہور و معروف ہر لعزیز اور مقبول ترین پھل ہے خوش ذائقہ، لذیذ اور خوبصوردار ہونے کے ساتھ ساتھ اپنی شیرینی اور حلاوت کی وجہ سے پوری دنیا میں سب سے زیادہ پسند کیا جاتا ہے۔ دنیا کا 75 فیصد آم برصغیر پاک و ہند میں پایا جاتا ہے اور بقیہ 25 فیصد آم مصر، سوڈان، برازیل، برما، فلپائن، سری لنکا، تھائی لینڈ، فلورینڈ، اندونیشیا، آسٹریلیا، میکسیکو، یمن، عمان وغیرہ میں کاشت ہوتا ہے۔ تاریخ سے پہلے چلتا ہے کہ آم کی کاشت 4000 سال قبل شروع ہوئی تھی۔ مغلیہ دور میں آم کی کاشت اور اس کے مرکبات بنانے کے لئے نئے نئے تجربات کئے گئے۔ اور آم کی نئی اقسام تلاش کی گئیں۔ مغل شہنشاہ اکبر نے اپنے دورِ سلطنت میں فنِ باغبانی پر خصوصی توجہ دی اور درختوں میں پیوند لگا کر بہترین پھل حاصل کرنے کا طریقہ دریافت کیا۔ آم کے پھل سے اس کی دلچسپی کا یہ حال تھا کہ ایک لاکھ آم کے درختوں پر مشتمل ایک باغ لگوایا جس کا نام لاکھ باغ رکھا۔ اس لئے آم کو پھلوں کا بادشاہ ہونے کے ساتھ ساتھ بادشاہوں کا پھل بھی کہا جاتا ہے۔ آم کے درخت کی اونچائی تقریباً ساٹھ سے ستر فٹ ہوتی ہے۔ پہلے 6 انج سے 9 انج تک لمبے اور نوکیلے ہوتے ہیں۔ آم کے درخت پر خاص قسم کی خوبصور کے لئے پیلے رنگ کے پھلوں کے گچھے لگتے ہیں جنہیں بور کہا جاتا ہے۔ ان کی خوبصور ہوا میں سراپیت کر جاتی ہے تو بہت ہی عمدہ معلوم ہوتی ہے۔ آم کے پتوں اور چھال سے پیلے رنگ کا گوند بھی نکالا جاتا ہے۔ آم میں آئرن، وٹامن سی، وٹامن اے، پروٹینز اور معدنی نمکیات موجود ہوتے ہیں۔

آم کھانے کا سب سے اچھا وقت کھانا کھانے کے بعد کا ہے خصوصاً سہ پہر کا وقت آم کھانے لئے بہترین ہے۔ صح نہار منہ آم کھانا مناسب نہیں ہے۔ آم کھانے سے پہلے آم کو ٹھنڈے پانی میں ڈال لیں

اس کے بعد کاٹ کر کھائیں۔ اگر آم تختی ہو تو اس کے کھانے کا بہترین طریقہ اس کا رس چونا ہے ایسے آم کو پانی میں ڈال کر ٹھٹھا کر لیا جائے اس کے بعد ہاتھوں سے دبا کر نرم کر لیں اور رس چوس لیں۔ لزیہ اور خوش گوار ہونے کی وجہ سے لوگ آم کھانے میں حریص ہوتے ہیں۔ پیٹ بھر جاتا ہے لیکن طبیعت نہیں بھرتی۔ زیادہ آم کھانے سے پیٹ میں اچھارہ ہو سکتا ہے پچھل کا عارضہ بھی لاحق ہو سکتا ہے لہذا بہت زیادہ آم کھانے سے گریز کریں۔

پکا ہوا میٹھا آم اگر اعتدال سے کھایا جائے تو تقریباً ہر شخص کو موافق آجاتا ہے اور اس سے کسی قسم کے نقصان کا اندریشہ نہیں ہوتا آم کا کثرت سے استعمال اعصاب پر مضر اڑات مرتب کرتا ہے بلکہ امراض میں بیٹلا افراد اور ایسے اشخاص جو نزلہ زکام میں بیٹلا رہتے ہوں آم کھانے سے گریز کریں مزید دمہ اور کھانی کے مریضوں کے لئے بھی آم کا استعمال مناسب نہیں۔ بچے اور عورتیں کچے آم (کیری) کو چھیل کر نمک لگا کر کھاتے ہیں یہ مناسب نہیں ہے اس سے دانتوں کو نقصان ہوتا ہے کھانی کی شکایت بھی پیدا ہو سکتی ہے۔ البتہ اگر کچے آم کی چٹنی بنا کر کھائی جائے تو اس سے بھوک اچھی لگتی ہے غذارغبت سے کھائی جاتی ہے اور یہ چٹنی نہدا کو ہضم کرنے میں بھی مدد دیتی ہے آم کھانے کے بعد چند عدد جامن کھانے سے آم جلد ہضم ہو جاتا ہے۔ دودھ کو بھی آم کی اصلاح خیال کیا جاتا ہے اس لئے آم کھانے کے بعد دودھ کی کچھ لسی پینا چاہئے۔

آم کے چند ادویاتی مرکبات حاضرِ خدمت ہیں:

1..... کایا پلٹ چائے:

آم کے پتوں کو سایہ میں رکھ کر خٹک کر لیں۔ اس کا بطور چائے استعمال نزلہ زکام اور بچکی کو روکنے میں مفید ہے۔ یہ چائے دست، پچھل اور سنگھنی کے مریضوں کو بغیر دودھ کے استعمال کرنی چاہئے۔

2..... بال پیدا کرنے والا روغن آم:

آم کا پرانا اچار تلاش کریں۔ اچار جتنا پرانا ہوگا اتنا ہی اچھا ہے ورنہ کم از کم ایک برس کا تو ضرور

ہواں میں سے تیل علیحدہ کر لیں اور کسی شیشی میں محفوظ کر لیں۔ روزانہ ماش کریں۔ ان شاء اللہ چند ہفتوں کے استعمال سے بال ازسرنو پیدا ہو جائیں گے۔

3.....منہ کی بدبو کے لئے:

منہ کی بدبو دور کرنے کے لئے روزانہ ضروری حوانج سے فارغ ہو کر آم کی لکڑی سے مساوک کریں ان شاء اللہ منہ کی بدبو دور ہو جائے گی۔

4.....دانٹ اور مسوڑ ہے مضبوط:

آم کے پتے اور پھول خشک کر کے سفوف بنا کر محفوظ کر لیں ضرورت کے وقت چکنی بھر لے کر پانی میں حل کر کے کلی کریں۔ چند دن کے مسلسل استعمال سے دانت اور مسوڑ ہے مضبوط ہو جائیں گے۔

5.....منجحن:

آم کی کوپلیں، پھول اور آم کی لکڑی کی راکھ مساوی وزن لے کر منجحن بنالیں۔ روزانہ صبح کے وقت مناسب مقدار میں دانتوں پر ملا کریں۔ یہ منجحن دانتوں کو مضبوط بنانے کے ساتھ ساتھ سفید اور چمکدار بناتا ہے۔ مسوڑوں سے خون آنے کو بند کرتا ہے۔

6.....نکسیر کو بند کرنے کے لئے خشک نسوار:

آم کی گھٹلی کی مینگ کو خشک نسوار نما سفوف بنالیں۔ شیشی میں محفوظ کر کے رکھیں ضرورت کے وقت مریض کو سونگھائیں۔ ان شاء اللہ نکسیر فوراً بند ہو جائے گی۔

7.....ق بند کرنے لئے:

آم کے پتے اور پودینہ کے پتے ہموزن لے کر جوشاندہ تیار کریں اور شہد ملا کر مریض کو پلاٹیں۔ ان شاء اللہ العزیز ق فوراً بند ہو جائے گی۔



نئے تعلیمی سال کا آغاز اور افتتاحی تقریب

مئرخہ ۲۵ شوال المکرم ۱۴۲۲ ہجری تواریخ ॥ بجے جامعہ کی مسجد میں نئے تعلیمی سال ۱۴۲۳-۱۴۲۲ کے آغاز کی مناسبت سے ایک پروقار افتتاحی تقریب کا انعقاد کیا گیا، اس تقریب میں جامعہ و شاخہائے جامعہ کے تمام طلباء، اساتذہ کرام اور اندر وون و بیرون شہر سے تشریف لانے والے معزز مہمان گرامی نے شرکت کی۔ تقریب کے آغاز میں آیت کریمہ کا ختم ہوا جس کے بعد جامعہ کے استاذ الحدیث حضرت مولانا مفتی قمر احسن صاحب نے اپنی نصیحت آمیز خطاب سے حاضرین کو مستفید فرمایا بعد ازاں درود شریف کی مجلس ہوئی جس کا دورانیہ آدھا گھنٹہ تھا۔ آخر میں پیر طریقت رہبر شریعت حضرت مولانا عاصم عبد اللہ صاحب کی رقت آمیز دعا کے ساتھ تقریب اختتام پذیر ہوئی۔

اساتذہ کرام اجلاس

مئرخہ ۲۵ شوال المکرم ۱۴۲۲ ہجری تواریخ کے روز صحیح نو بجے دفتر اہتمام میں جامعہ کے شعبہ درس نظری بینیں کے اساتذہ کرام کا اجلاس ہوا جس کی صدارت صدر جامعہ حضرت مولانا قاسم عبد اللہ صاحب نے فرمائی، حضرت صدر جامعہ کی ابتدائی کلمات کے بعد جامعہ کے استاذ الحدیث حضرت مولانا مفتی قاسم امیر صاحب نے ”شرعی اصولوں کے مطابق تعلیم و تدریس“ کے موضوع پر سیر حاصل گفتگو فرمائی۔ اس کے بعد استاذ الحدیث حضرت مولانا توصیف احمد صاحب نے آئندہ تعلیمی سال سے متعلق چند اہم اعلانات فرمائے

نیز دوران اجلاس اساتذہ کرام کو تقسیم اسباق اور گھنٹوں کی ترتیب پر مشتمل نقشہ بھی دکھایا گیا۔ بعد ازاں شیخ الحدیث جامعہ حمادیہ مولانا ذوالفقار صاحب زید محمد ہم کی دعا کے ساتھ مجلس برخاست ہوئی۔

ایک خوش آئندہ قدم

ہر آئے روز بڑھتی ہوئی گرانی کے پیش نظر انتظامیہ جامعہ حمادیہ نے تمام شعبہ جات سے متعلق اساتذہ کرام و کارکنان کی تنخواہوں میں اضافہ کا فیصلہ کیا، چنانچہ شعبہ حفظ کے اساتذہ کرام کی تنخواہوں میں بیس فیصد کا اضافہ کیا گیا، جب کہ شعبہ کتب کے اساتذہ کرام کی تنخواہوں کو پندرہ فیصد تک بڑھا دیا گیا۔ تدریس کے علاوہ مختلف ذمہ داریوں پر مامور اساتذہ کرام کے وظائف بھی دو گئے کر دیے گئے۔ تنخواہوں میں اضافہ کا اطلاق آئندہ ماہ جولائی سے ہو گا۔ نیز طلبہ دورہ حدیث کا ماہانہ وظیفہ بھی پندرہ سو سے بڑھا کر تین ہزار کردار دیا گیا۔

دعاۓ مغفرت

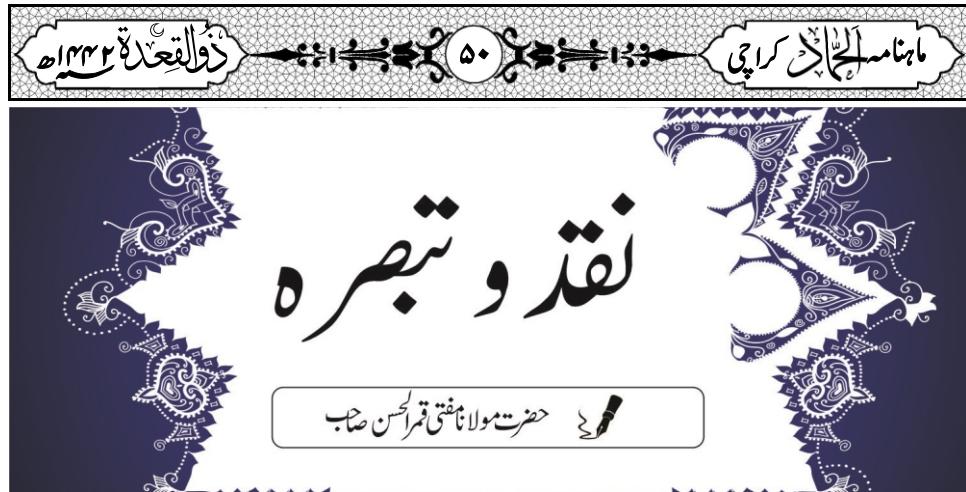
مئرخ ۲۶ شوال المکرّم بروز پیر جامعہ کے قدیم معاون بھائی جمیل صاحب (اللّٰہ پر بیکر زوالے) قضاء الہی سے انقال کر گئے۔ انا اللہ وانا الیہ راجعون۔ اس موقع پر ہم پسمندگان سے دلی تجزیت کرتے ہیں اور دعا گو ہیں کہ رب کریم مرحوم کی کامل مغفرت فرماء کر جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام نصیب فرمائیں۔ اور ان کی تمام دینی خدمات کو قبول فرماتے ہوئے ان کے لیے صدقہ جاریہ بنادیں۔ آمین۔

قارئین سے بھی دعاۓ مغفرت کی درخواست ہے۔

دعاۓ صحّت

بانی جامعہ حمادیہ حضرت مولانا عبد الواحد صاحب رحمہ اللہ کے رفیق جتاب بھی صاحب شدید عیل ہیں۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ انہیں جلد از جلد صحّت کاملہ عطا فرمائیں۔ آمین





نام کتاب: تقاضائے ایمان در مناقب معاویہ بن ابی سفیان

تألیف: حافظ محمد اقبال رنگونی (مدیر الہلال مانچسٹر)

اشاعت دوم: 200

صفحات: 300

تعداد: 1100

قیمت: درج نہیں

ناشر: ادارہ اشاعت الاسلام مانچسٹر (برطانیہ)

زیر تبصرہ کتاب اس موضوع پر میں لکھی گئی ہے جس کو دنیا کا باطل اپنا ہدف اور نارگٹ بنائے ہوئے ہے، وجہ اس کی یہ ہے کہ ان باطل اور مفسد لوگوں کا اصل مشن دین اسلام کو مٹانا اور قرآن و حدیث کی مستحکم بنیادوں کو ڈھانا ہے جس کے لیے سازش یہ تیار کی گئی کہ قرآن و سنت تک پہنچنے والے واسطوں کی مشکوک بنادو، اس طرح قرآن و حدیث مشکوک قرار پا کر غیر معتبر ثہریں گے لہذا انہوں نے حضرات صحابہؓ کے کردار پر کچھ اچھائی اور حب اہل بیت کی آڑ میں بالخصوص چند صحابہ پر شدید پروپیگنڈہ کیا گیا۔ جن میں ایک نارگٹ صحابی رسول ، بردار نسبتی نبی اور کاتب وی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ بھی ہیں ۔ ان کیخلاف دریدہ دھنی اور گستاخی کا وہ طوفان بدتریزی برپا کیا گیا کہ بہت سے کچے ذہن، ناپتنہ ایمان اور کم علم مسلمان بھی اسکا شکار ہو کر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں شکوک و شبہات کا شکار ہو گئے۔ اور یہی شکوک و شبہات آہستہ آہستہ اس منزل تک لے گئے جہاں ایمان کی سرحدیں ختم ہو کر کفر

کی حد شروع ہو جاتی ہے۔ ان کا ماننا یہ ہے کہ العیاذ باللہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ساتھیوں کی صحیح تربیت نہیں کر سکے۔ انا اللہ وانا الیہ راجعون۔

مگر دین اسلام کے تحفظ کی ذمہ داری اللہ نے لی ہے اور ابتداء ہی سے ایسا پندوبست فرمایا کہ دین کے خلاف برباد ہر طوفان کے مقابلے کے لیے رجال کار پیدا ہوتے رہے۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے لیکر قیام دیوبند کی تاریخ اس پر کھلی دلیل ہے۔ یہاں بھی اللہ نے بعض لوگوں کو خاص طور سے موفق فرمایا کہ انہوں نے حضرات صحابہ اور بالخصوص حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے خلاف پروپیگنڈہ کا مسکت جواب دیا جس کو علمی دنیا میں سراحتاً گیا اور اہل علم میں ان کو پذیرائی حاصل ہوئی۔ مصنف مدظلہ بھی اس سلسلہ کی ایک کڑی ہیں کہ انہوں نے وقت کی نزاکت کو محسوس کرتے ہوئے مناقب معاویہ رضی اللہ عنہ کے عنوان پر قلم اٹھایا اور اس کتاب کو تصنیف کرنے کی سعادت کو حاصل کیا۔ مصنف مدظلہ نے ہدی عرق ریزی سے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے متعلق حدیث و تاریخ کے مواد کو جمع کیا ہے اور ان سے متعلق شبہات کو دور کرنے کی کامیاب کوشش فرمائی ہے۔ متلاشی حق کو اس سے فائدہ کی قوی امید ہے۔ بالخصوص جناب مصنف نے مخالفین معاویہ رضی اللہ عنہ کی اپنی تصنیفات سے ہی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے حق میں دلائل کو ذکر کیا ہے اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی ان خوبیوں کا تذکرہ کیا ہے۔ جس کا اعتراف مخالف بھی کرتا ہے۔ دل سے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس تصنیف کو شرف قبولیت عطا فرمائے اور اس کے نفع کو عام و تام فرمائے۔



سنگھری با تیں

قسط
نمبر: 01

مکالمات انبیاء حضرت عبید اللہ صاحب

چار دعائیں

ایک روز حضرت منصور بن عمار رحمۃ اللہ علیہ، لوگوں میں وعظ سنارہے تھے۔ حاضرین میں سے کھڑے ہو کر ایک شخص نے چار درہم مانگے۔ حضرت منصور بن عمار رحمۃ اللہ علیہ نے کہا جو کوئی اس کو چار درہم دے گا، میں اس کے لئے چار دعائیں کروں گا۔ ایک یہودی کا غلام کھڑا ہو گیا اور اس نے چار درہم دے دیئے اور کہنے لگا کہ میں غلام ہوں، خدا سے میری آزادی کی دعا کیجئے، اور میں فقیر ہوں خدا سے میری تو نگری کی دعا مانگئے، اور میں گنہگار ہوں خدا سے میری مغفرت کی درخواست کیجئے اور میرے مالک کے اسلام لانے کی دعا فرمائیے۔ انہوں نے دعا کی جب وہ واپس گیا تو اس کے مالک نے اس سے پوچھا کہ آنے میں تجھے دیر کیوں ہوئی؟ اس نے کہا میں منصور بن عمار کی مجلس میں حاضر تھا۔ میں نے چار درہم خیرات کئے تو انہوں نے میرے لئے چار دعائیں مانگیں۔ ایک دعا میری آزادی کی تھی۔ اس نے کہا اچھا! تو اللہ کے واسطے آزاد ہے۔ پھر کہا ایک دوسری دعا یہ تھی کہ خدا میرے مصارف کا سامان کر دے۔ اس نے کہا تجھے چار ہزار درہم دیئے۔ غلام نے کہا تیرے اسلام کی دعا کی تھی۔ اس نے کہا:

اشهد ان لا الہ الا اللہ و اشهد ان محمدًا رسول اللہ

اور میرے اور تیرے لئے دعائے مغفرت کی تھی۔ اس نے جواب دیا کہ یہ میری قدرت میں نہیں ہے پھر اس نے خواب میں دیکھا کہ کوئی کہنے والا کہہ رہا ہے جو کچھ تیری قدرت میں تھا تو نے کیا، اب جو کچھ ہماری قدرت میں ہے، ہم کرتے ہیں ہم نے تجھ کو تیرے غلام کو، واعظ کو اور تمام حاضرین کو بخش دیا۔

چارتھیلیاں

حضرت ابوالیوب النصاری ﷺ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضور نبی کریم ﷺ کی قبر کے پاس ایک شخص کو دیکھا کہ یہ کہہ رہا ہے اے اللہ! اس تربت کی حرمت سے اور سورہ اخلاص کے حق سے مجھ کو چار ہزار درہم مرحمت فرمائیے۔ میں نے اس سے کہا کہ دنیا کے لئے تو خدا کو اس تربت کی قسم دیتا ہے۔ اس نے کہا ایک ہزار قرض کے لئے ہیں، ایک ہزار نکاح کے لئے، ایک ہزار مصارف کے لئے اور ایک ہزار فی سبیل اللہ گھوڑا خریدنے کے لئے۔

حضرت ابوالیوب النصاری ﷺ نے اس کو چار ہزار درہم دے دیئے۔ پھر مسجد میں داخل ہوئے تو محراب میں انہیں چارتھیلیاں میں، ہر تھیلی میں چار ہزار دینار تھے اس پر لکھا تھا اور جو کچھ تم خرچ کرتے ہو وہ اس کا بدلہ دیگا اور وہ نہایت روزی دینے والا ہے اور اس میں ایک رقعہ تھا جس میں لکھا تھا اے ابوالیوب النصاری ﷺ! تمہاری خیرات کرنے کا بدلہ ہے اور تمہارا ثواب آخرت میں باقی ہے۔

ہمیں زیادتی کے ساتھ بدلہ ملا

حضرت حبیب عجمی رحمۃ اللہ علیہ کی بیوی آگ لینے کیسیں تاکہ روٹی پکائیں۔ ایک سائل جو آیا تو انہوں نے اسے آٹا دیدیا۔ وہ آگ لے کر جب آئیں تو انہوں نے پوچھا آٹا کہاں

گیا؟ حضرت جبیب عجمی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا میں نے خیرات کر دیا۔ وہ غصہ ہوتیں، اتنے میں دیکھتی کیا ہیں کہ ایک شخص دروازہ ٹھکٹھا رہا ہے اور گوشت روٹی لئے ہوئے ہیں۔ انہوں نے اپنی بیوی سے کہا دیکھا! اللہ نے کیسے جلدی سے ہمیں زیادتی کے ساتھ بدلتے دیا۔ اور ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ انہوں نے دس ہزار دینار صبح کو خیرات کئے۔ پھر کہا اے رب! میں نے اپنے نفس کو اس کے عوض آپ سے خرید لیا۔ اس کے بعد دس ہزار اور دیئے اور کہا اے رب! جو مجھے توفیق ہوتی ہے اس کا شکر یہ ہے۔ پھر دس ہزار اور دیئے اور کہا اے رب! اگر آپ نے پہلی دوسری بار قبول نہ فرمایا ہو تو اس کو قبول فرمائیجئے۔ پھر دس ہزار اور خیرات کئے اور کہا: اے رب! اگر آپ نے تیسرا بار کے مقبول کر لئے ہوں تو یہ اس کا شکر یہ ہے۔

جنت میں مکان خریدا ہے

ایک شخص، خراسان سے بصرہ میں آیا اور حضرت جبیب عجمی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس اس نے دس ہزار درهم رکھے اور ان سے کہا کہ ان کے عوض، بصرہ میں ایک مکان خرید لیں تاکہ رہنے کے کام آئے۔ جب مکہ سے وہ واپس آیا تو لوگ گرانی میں بیٹلا ہو گئے، انہوں نے اس کا آٹا خرید کر خیرات کر دیا کہ کسی نے

ان سے کہا آپ سے اس نے تو مکان خریدنے کے لئے کہا تھا، آپ نے یہ کیا کر دیا؟ انہوں نے جواب دیا کہ میں نے اس کے لئے جنت میں مکان خریدا ہے۔ اگر وہ راضی ہوا تو خیر ورنہ میں اس کا مال اس کے حوالے کر دوں گا۔ جب وہ واپس آیا تو اس نے ان سے پوچھا کہ اے ابو محمد! کیا مکان خریدا ہے؟ انہوں نے کہا ہاں! محل..... نہروں اور درختوں سمیت خریدا ہے۔ وہ اس پر خوش ہو گیا۔ پھر کہنے لگا ہم اس میں رہنا چاہتے ہیں تب انہوں نے کہا

کہ میں نے اس کے عوض خدا سے جنت میں خریدا ہے۔ اس سے وہ نہایت خوش ہوا اس کی بیوی نے کہا ان سے کہو کہ اپنی صفات کی ایک دستاویز لکھ دیں۔ انہوں نے لکھا بسم اللہ الرحمن الرحيم یہ جو مکان مع محلوں، نہروں اور درختوں کے دس ہزار درہم میں حبیب عجمی (رحمۃ اللہ علیہ) نے خدا سے جنت میں فلاں بن فلاں کے لئے خریدا ہے اس کی دستاویز ہے۔ خدا پر ہے کہ حبیب کی طرف سے جس کا وہ ذمہ دار ہوا ہے پورا پورا ادا فرمائے۔ اس کے کچھ دنوں بعد اس شخص کا انتقال ہو گیا اور اس نے وصیت کی کہ یہ دستاویز میرے کفن میں رکھ دینا۔ جب صحیح ہوئی تو اس کی قبر پر لوگوں کو ایک کاغذ پڑا ملا جس میں اس مکان سے جو حبیب عجمی رحمۃ اللہ علیہ نے فلاں شخص کے لئے خریدا تھا، برأت تحریر تھی، کیونکہ خدا نے اس شخص کے حوالے کر دیا تھا۔ حضرت حبیب رحمۃ اللہ علیہ اس کو لے کر رونے لگے اور کہا یہ خدا کی جانب سے میرا برأت نامہ ہے۔

ہمارا محاسبہ ہوگا

بنی اسرائیل میں دو شخص آپس کے شریک تھے۔ جب انہوں نے حصہ باش کر لیا تو ہر ایک کے حصے میں تین ہزار دینار آئے، ان میں سے ایک نے جا کر ایک نہایت مالدار سے بے عوض ایک ہزار مہر کے نکاح کیا۔ اس کے ساتھی نے اس سے پوچھا تو نے کیا کیا؟ اس نے کہا ہزار کے عوض میں، میں نے ایک عورت سے نکاح کیا ہے۔ وہ چلا گیا اور اس نے ہزار خیرات کر ڈالے اور کہا اے رب! جنت میں حور کو میری زوجہ بنا دیجئے۔ پھر اس نے ہزار کے عوض کچھ غلام خریدے۔ اس کے شریک نے کہا تو نے کیا کیا؟ اس نے جواب دیا کہ ہزار دینار کے میں نے غلام خریدے ہیں۔ وہ چلا گیا اور اس نے جا کر ہزار خیرات کر دیئے اور کہنے لگا اے اللہ! فلاں نے ہزار کے غلام خریدے ہیں اور میں آپ سے جنت میں غلام خریدتا

ہوں۔ پھر اس نے پوچھا اور ایک ہزار کا تو نے کیا کیا؟ اس کے شریک نے کہا میں نے ہزار کا ایک باغ خریدا وہ چلا گیا اور اس نے ایک ہزار اور خیرات کر دیئے اور کہنے لگا اے اللہ! فلاں نے دنیا میں باغ خریدا ہے اور میں آپ سے جنت میں باغ خریدتا ہوں اور اس طرح وہ اپنے مال سے ہاتھ دھو بیٹھا اور محتاج ہو گیا۔ پھر اپنے ساتھی کے پاس آیا اور یہ درخواست کی کہ مجھ کو نوکر رکھ لے اس نے کہا تیرا مال کیا ہوا؟ اس نے جواب دیا کہ میں نے خدا کو قرض دیدیا ہے۔ اس نے کہا تو نے برا کیا؟ اس نے جواب دیا شاید تو ان لوگوں میں سے معلوم ہوتا ہے جو کہتے ہیں۔ جب ہم مر جائیں گے اور خاک اور ہڈی بن جائیں گے تو کیا پھر بھی ہمیں جزا ملے گی یعنی ہم سے محسوسہ کیا جائے گا؟ پھر جب دونوں کا انتقال ہوا تو خدا نے دونوں کے حال کی خبر دی کہ خیرات کرنے والا تو اپنے مال کے پاس پہنچ گیا۔ پھر اس نے کہا میرا تو ایک دوست تھا جو کہتا تھا کہ تو بڑا خیرات کرنے والا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہوا کیا تم لوگ جھانک کر دیکھو گے؟ اس کے بعد اس نے جو دیکھا تو اس کو جہنم کے درمیان دیکھا اور اس کو پکار کر کہا قسم خدا کی تو نے تو مجھے ہلاک ہی کر ڈالا ہوتا اگر میرے رب کا فضل مجھ پر نہ ہوتا تو مجھے بھی یہاں حاضر ہونا اور عذاب چکھنا پڑتا۔

میرا اور ہوا کا فیصلہ کیجئے

حضرت داؤد ﷺ کے زمانے میں ایک بڑھیا تھی۔ ایک روز اس نے تین روٹیاں خیرات کیں اور وہ آٹا پیس رہی تھی۔ ہوا سے اس کا آٹا اُڑ گیا تھا۔ اس نے حضرت داؤد ﷺ سے کہا میرا اور ہوا کا فیصلہ کر دیجئے۔ حضرت داؤد ﷺ نے اس کو ہزار درہم عطا فرمائے۔ حضرت سلیمان ﷺ نے اس بڑھیا سے کہا واپس جا اور کہہ میرا فیصلہ پھر سے کیجئے۔ وہ لوٹ آئی انہوں نے ایک ہزار اور اسے دے دیئے اور پوچھا کہ تجھے واپس آنے کے لئے کون کہا کرتا ہے؟ اس نے کہا سلیمان

بن داؤد نے۔ انہیں بلا کر سبب دریافت کیا۔ انہوں نے کہا فیصلہ کرنا واجب ہے اور خیرات دینا تبرع ہے، اس لئے واجب اولی ہے، چنانچہ حضرت داؤد ﷺ نے ہوا کو طلب کیا اور اس سے دریافت کیا تو نے اس کا آٹا کیوں بر باد کر دیا؟ اس نے خازن باد کا نام لیا۔ خازن نے جریل ﷺ پر ذمہ داری ڈالی۔ جریل ﷺ نے میکائیل ﷺ پر، میکائیل ﷺ نے رب العالمین پر۔ پھر خدا نے فرمایا: اے جریل! داؤد کو اطلاع دو، میں نے کچھ عبث نہیں کیا، ایک چوہے نے ایک جہاز میں سوراخ کر دیا تھا جس سے کشتی ڈوبنے کے قریب آگئی تھی، میں نے ہوا کو حکم دیا تو اس نے آٹا اہل جہاز کے پاس جا ڈالا۔ انہوں نے اس سے سوراخ بند کر دیا اور یہ ان کی نجات کا سبب بن گیا۔ اے داؤد ﷺ، جہاز میں جو کچھ ہواں کا تھائی بڑھیا کے لئے لے لیجئے۔ انہوں نے جو دیکھا تو تین لاکھ دینار تھے حضرت داؤد ﷺ نے بڑھیا سے کہا تو نے کچھ نیکی بھی کی ہے؟ وہ بولی ہاں میں نے تین روپیاں خیرات کی تھیں۔

اللہ رب العزت نے تحملی فرمائی

میں نے ”مور دعہب“ میں دیکھا ہے کہ ایک جوان، حضرت داؤد ﷺ کی صحبت میں رہا کرتا تھا۔ حضرت جریل ﷺ نے ان کو خبر دی کہ اس کا تین دن کے بعد انتقال ہو جائے گا۔ حضرت داؤد ﷺ کو یہ شاق ہوا۔ جب تین دن گزر گئے تو انہوں نے اس کو صحیح و سالم دیکھا۔ اس کے بعد ایک ماہ اور گذر گیا، ان کو اس سے بڑا تجھب ہوا۔ آپ کے پاس ملک الموت نے آ کر کہا کہ جب میں نے تین دن کے بعد اس کی روح قبض کرنا چاہی تو اللہ تعالیٰ نے مجھ پر تحملی فرمائی اور ارشاد فرمایا: اے ملک الموت! اپنی عمر کے ختم ہونے کے ایک روز پیشتر وہ نکلا تو اسے ایک مسکین ملا۔ اس نے اس کو میں درہم دیئے، اس نے دعاء دی کہ خدا تیری عمر میں برکت عطا فرمائے، میں نے اس کی دعاء مستجاب کر لی اور ہر درہم کے عوض اس کی عمر میں ایک ایک سال بڑھا دیا اور ہمارے حضرت نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے خیرات لے

کر سائل کے دل خوش ہونے کے وقت کی دعاء کو غنیمت سمجھو۔

صدقة کی برکت

حضرت سلیمان ﷺ کے زمانے میں ایک شخص تھا جس کے مکان میں ایک درخت پر قمری نے اپنا آشیانہ بنایا تھا، وہ اس کے بچے نکال لیا کرتا تھا۔ اس نے حضرت سلیمان ﷺ سے اس کی شکایت کی۔ انہوں نے اسے منع کر دیا اس نے ان سے وعدہ کیا کہ اب پھر ایسا نہ کروں گا۔ اور ایسے ہی چار بار کیا۔ اس کے بعد حضرت سلیمان ﷺ نے اسے بلا کر اس سے قسم لی کہ پھر ایسا نہ کرے لیکن اس نے پھر اس کے بچے نکال لئے۔ قمری نے حضرت سلیمان ﷺ کو اطلاع کر دی۔ آپ ﷺ نے اس کے بچوں کی حفاظت کے لئے دو شیطان مقرر کر دیئے۔ قمری نے جب بچے دیئے تو وہ شخص درخت پر اس کے بچے نکالنے چڑھا۔ اتنے میں ایک سائل آیا تو اس نے اسے دوروٹیاں دیں۔ اس نے دعا دی کہ خدا مجھ سے بری بلا اور سوء قضا کو دور رکھے۔ اس کے بعد وہ چڑھ کر پھر اس کے بچے اتار لایا۔ خدا نے ایک فرشتہ بھیج دیا تھا جس نے ایک شیطان کو مشرق اور دوسرے کو مغرب میں پھینک دیا تھا۔ قمری نے آکر کہا اے نبی اللہ! میرے بچے پھر لے گیا۔ حضرت سلیمان ﷺ نے ان دونوں شیطانوں کو جو بلایا تو ان کا پہلے پتا ہی نہ لگا۔ پھر مدت کے بعد وہ ملے تو انہوں نے فرشتہ اور اس کی خیرات دینے کا قصہ بیان کیا۔ حضرت سلیمان ﷺ نے فرمایا دیکھ تو سہی خدا نے صدقہ کی برکت سے مجھ سے کسی بلا دور کھی اس کے بعد وہ نہایت خوبی کے ساتھ تائب ہو گیا۔





غزوہ خندق کا پیغام

یہاں قابلی غور پہلو یہ ہے کہ اس غزوہ سے اسلامی ممالک اور مسلمانوں کو موجودہ حالات میں کیا روشنی ملتی ہے، آج اہل ایمان کس طرح اسلام مخالف طاقتوں کا مقابلہ کریں۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے داشمندانہ قدم اور حضرات صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے اخلاص و استقامت سے ہمیں کیا سبق ملتا ہے اور کس طرح؟ ترتیب وار یہ دفاتر ذیل میں ذکر کیے جاتے ہیں۔

دشمنوں کی نقل و حرکت کا علم

ابوسفیان کی گرانی میں جب دس یا پارہ ہزار فوج مدینہ کی سمت روانہ ہوئی تو فوراً رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کا علم ہو گیا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ طیبہ میں بے خبر بیٹھے ہوئے نہ تھے؛ بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خبر رسان اور تحریک اسلامی کے ہمدرد اور متأثرین جو تمام قبائل میں موجود تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دشمنوں کی نقل و حرکت سے برا بر مطلع کرتے رہتے تھے، جس سے مدینہ طیبہ میں قائم اسلامی ریاست کا تحفظ آسان ہو گیا تھا، آج بھی مسلمانوں کو چاہیے کہ دشمنوں کی نقل و حرکت اور اسلام دشمن تنظیموں کی خفیہ سازشوں سے باخبر رہیں، حالات سے واقفیت دفاع اور اس کے انتظام و انصرام کی راہوں کو ہموار کرتی ہے اور بروقت اضطراب و پریشانی کے خوفناک متأجح سامنے نہیں آتے، بسا اوقات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حقائق اور حالات کی اطلاع کے لیے جاسوس بھی بھیجا کرتے تھے، جیسا کہ غزوہ خندق میں

حضرت خدیفہؓ کو یہ ذمہ داری سپرد کی گئی تھی۔

طریقہ جنگ اور اسلام

خندق کھوٹا فارس کا طریقہ تھا عرب اس سے واقف نہ تھے، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سلمان فارسیؓ کے مشورہ سے خندق کھونے کی جنگی تدبیر اختیار کی، جس سے یہ نتیجہ اخذ ہوتا ہے کہ کفار کے طریقہ جنگ کو اختیار کرنا درست ہے، اسلام میں جنگ کا کوئی خاص طریقہ متعین نہیں ہے کہ اس کے علاوہ ناجائز یا حرام ہو، بلکہ یہ فوجی جزول اور اسلامی رضا کاروں کی صوابیدید پر موقوف ہے، وہ دفاع کا جو طریقہ بہتر اور مفید سمجھیں اسے اختیار کر سکتے ہیں، موقع کی نزاکت اور حالات کے اعتبار سے طریقہ جنگ میں تغیر و تبدل ہو سکتا ہے، اگر کسی جگہ لشیخ پر یا اخبارات کے ذریعہ اسلام پر اعتراضات کیے جائیں، رسالت نبوی کے تقدس کو پامال کیا جائے تو مسلمانوں کے لیے ایسے وقت توار اور گولہ بارود کی جنگ لڑنا ناکامی کا باعث ہو گا۔ ان حالات میں تحریر و تقریر کے ذریعہ ان کے اعتراضات کا جواب دینا، ان کے ذہنوں کو صاف کرنا اور غیر اسلامی مذاہب میں پائے جانے والی کمزوریوں کی نشانہ ہی کرنا دفاع کا سب سے بہتر طریقہ ثابت ہو گا، اسی طرح اگر الیکٹریک میڈیا کے ذریعہ اسلام کے خلاف آواز اٹھائی جائے تو جہاں تک ممکن ہو سکے مسلم قائدین اور باشمور افراد کی ذمہ داری ہے کہ اسلامک ٹی وی چینل، انٹرنیٹ اور دوسرے بر قی طریقوں سے اس کا جواب دیں، غرض تقریر و تحریر، صحافت و خطاب، درس و تدریس، احتجاج و جلوس اور اس طرح وہ تمام کام دائیہ جنگ میں شامل ہیں، جن سے دشمنوں کو اپنے مقاصد میں ناکام بنا لیا جاسکے، طریقہ جنگ و جدال پر کسی کی اجارہ داری نہیں ہے، اسلام دشمن طاقتوں کو برپا کرنے کی جو تدبیریں بہتر اور موقع کی نزاکت کے موافق ہوں انہیں ضرور اختیار کرنا چاہیے، روایتوں سے ثابت ہے کہ غزوہ طائف میں آپ ﷺ نے مجتہدین کا استعمال کیا تھا جو کفار کا ایجاد کردہ طریقہ جنگ ہے، اس سے مزید اس کی تقویت ہوتی ہے۔ جاری ہے۔۔۔!!





مستحق کا زکوٰۃ لے کر مسجد کو عطیہ کرنے کا حکم

سوال: ہمارے محلہ کی مسجد کمیٹی نے پہلی دفعہ اس ماہ رمضان میں چندہ فطرہ، زکوٰۃ کی رقم مسجد کے لیے اکٹھی کی تھی تاکہ دینی مدرسہ کو ترقی ہو، مگر صدر کمیٹی نے وہ رقم فطرہ و زکوٰۃ مسجد فنڈ میں شامل کر دی، پہلے یہ رقم ایک طالب علم کو دی اس شخص نے وہ رقم مسجد کو بطورِ عطیہ دی، کیا یہ رقم اس طرح منتقل ہو سکتی ہے؟ اور یہ طریقہ جائز ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً

زکوٰۃ اور صدقۃ الفطر کی رقم کسی مستحق کو مالک و قابض بنا کر دینا ضروری ہے، اور یہ رقم مسجد میں مدرسہ کی تعمیر میں یا تنخوا ہوں میں صرف کرنا جائز نہیں، البتہ اگر وہ مستحق شخص اس رقم کو مالک و قابض کی حیثیت سے وصول کر لے اور یہ سمجھ لے کہ یہ رقم اس کی ہو گئی اور اس کے بعد اپنی مرثی سے بغیر کسی دباؤ یا لائق کے وہ رقم مسجد میں اپنی طرف سے دیدے تو اب اس کا استعمال جائز ہے، لہذا اگر مذکورہ طالب علم کو واقعہ اس رقم کا مالک بنادیا گیا تھا اور اس نے اس پر قبضہ بھی کر لیا تھا اور یہ سمجھ چکا تھا کہ یہ رقم اس کی ہے اور اس کے استعمال میں وہ خود مختار ہے، پھر کسی دباؤ کے بغیر اس نے وہ رقم مسجد میں دیدی تو اب اس رقم کا استعمال مسجد میں جائز ہے ورنہ نہیں۔

ہندو مردہ کے جلنے کا منظر دیکھنے سے نکاح نہیں ٹوٹا

سوال: ایک روز دل میں خیال آیا کہ ہندو اپنا مردہ کس طرح جلاتے ہیں، دیکھنا چاہیے، ایک بڑے زمین دار ہندو کا انتقال ہو گیا، زید یہ دیکھنے کے لیے شمشان گھاٹ چلا گیا، دور چھپ کر دیکھتا رہا، چند سال گزر جانے کے بعد زید نے اپنے دوستوں سے اس کا ذکر کیا، ایک دوست نے کہا کہ تمہارا نکاح فتح ہو گیا، لہذا آپ دوسرا نکاح کریں۔ کیا شرعاً یہ درست ہے؟

الجواب حامداً ومصلياً

غیر مسلموں کی مذہبی اور معاشرتی رسماں میں دیکھنے کے لیے بھی شرکت نہیں کرنی چاہیے، لیکن ایسا کرنے سے نکاح نہیں ٹوٹتا، لہذا صورتِ مسؤولہ میں زید کا نکاح فتح نہیں ہوا۔

نامردی کے دعویٰ کو رد کر کے صرف ظلم کی بناء پر فتح نکاح کے عدالتی فیصلے کی شرعی حیثیت

سوال: بیوی نے شوہر کے خلاف دو وجہ سے فتح نکاح کا دعویٰ کیا، ایک نامردی، دوسرے ظلم کی بنا پر خلع بذریعہ عدالت، عدالت نے نامردی کے سبب کو رد کر دیا، اور ظلم کی بناء پر خلع کے دعویٰ کو صحیح مان کر نکاح فتح کر دیا، کیا نکاح فتح ہو گیا؟

الجواب حامداً ومصلياً

صورتِ مسؤولہ میں اڑکی کے فتح نکاح کی شرعی صورت صرف یہ تھی کہ شوہر کا نامرد ہونا ثابت ہو جاتا اور علاج کے باوجود اس کی اصلاح نہ ہوتی، لیکن مسئلکہ فیصلے میں تصریح کی گئی ہے کہ عورت کا یہ الزام درست ثابت نہیں ہوا، اگر واقعہ یہی ہے تو عورت کو فتح نکاح کا حق حاصل نہیں ہے، خلع کی جو بنیاد بیان کی گئی ہے وہ شرعاً درست نہیں، کیونکہ خلع کا معاملہ صرف زوجین کی باہمی رضامندی سے انجام پاسکتا ہے،

اگر شوہر اس پر راضی نہ ہوتا سے خلع پر مجبور نہیں کیا جاسکتا، ہاں! جس ظلم کی بنیاد پر خلع کا دعویٰ کیا گیا ہے، اس ظلم کے ازالے پر بزورِ عدالت مجبور کیا جاسکتا ہے، لیکن حقیقت کی رو سے ہر ظلم کی بناء پر عدالت شوہر کو خلع پر مجبور کرنے کی مجاز نہیں ہے، قال الامام أبو بکر الجصاص رحمہ اللہ لو کان الخلع الى السلطان شاء الزوجان أو أبیا اذا علم انهم لا یقیمان حدود اللہ لم یستلهمما النبی صلی اللہ علیہ وسلم عن ذلك ولا خاطب الزوج بقوله اخلعها بل کان یخلعها منه ویرد علیه حديقتہ، وان أبیا او واحد منهما لما کان فرقۃ المتعالین الى الحاکم لم یقل للملاعن خل سبیلها بل فرق بينهما۔ (احکام القرآن للجصاص، ج: ۱، ص: ۲۶۸) و قال فی العالیة مگیریہ وشرطہ شرط الطلاق (ج: ۱، ص: ۵۱۵)، وقال السرخسی لأنہ عقدی محمد التراضی۔ (المبسوط، ج: ۲، ص: ۳۷۱) مذکورہ نصوص سے معلوم ہوا کہ صورت مسؤولہ میں شرعی حیثیت سے نکاح شرعاً نہیں ہوا، اور عورت کو دوسری جگہ شادی کرنے کی شرعاً اجازت نہیں ہے۔

بزرگ سے ملاقات کے موقع پر خود اپنے ہاتھ کو چومنا

سوال: کسی عالم دین یا بزرگ سے ملاقات کرنے کے بعد خود اپنے ہاتھ کو چومنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً

فی المذاہب المختار: وَكُلُّا مَا يَفْعَلُهُ الْجَهَالُ مِنْ تَقْبِيلِ يَدِنَفْسِهِ إِذَا لَقِيَ غَيْرَهُ فَهُوَ مُكْرُوهٌ فَلَا رُخْصَةٌ فِيهِ۔ (شامی ہظر واباحت، ج: ۵، ص: ۳۳۷) اس عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ کسی دوسرے سے ملاقات کے وقت اپنے ہاتھ چومنا مکروہ تحریکی ہے، البتہ کسی بزرگ کے ہاتھ کبھی کبھی بقصد تبرک چوم لیے جائیں تو مضائقہ نہیں۔ کما فی الدر۔ واللہ سبحانہ اعلم



ماہِ ذوالحجہ کی مناسبت سے چند اہم مطبوعات

حج و عمرہ
اور قربانی سے
متعلق

- اعلیٰ کتابت
- معياری طباعت
- خود چورٹ ہائل



مِفْتَحُ الْعِلَمِ لِكُلِّ أَجْمَعٍ

کی درج ذیل مفید اور اہم مطبوعات منظر عام پر آچکی ہیں

حج فرض میں جلدی کیجئے	Rs. 40	حج کے ضروری مسائل	Rs. 110
حج و عمرہ	Rs. 45	حج کی تیاری	Rs. 30
حج کی مسنون دعائیں	Rs. 33	حج کا طریقہ قدم بے قدم	Rs. 35
رسائل حج کا مجموعہ	Rs. 280	عمرہ کا آسان طریقہ	Rs. 45
قربانی کے فضائل و مسائل	Rs. 40	دعاء والہانہ	Rs. 60
عقیقۃ کے فضائل و مسائل	Rs. 25	تلقی قربانی میں مختلف نتیجیں	Rs. 15
پانچ حدیثیں	Rs. 80	قرآن کریم کی فضیلت	Rs. 60
ترکی کا سفر	Rs. 100	مرراج کا سچا واقعہ	Rs. 80
تسیل کی باتیں	Rs. 115	آداب طالب علم	Rs. 50

علیکم سنتی

مِفْتَحُ الْعِلَمِ لِكُلِّ أَجْمَعٍ	لِذِكْرِ الْحَجَّ وَالْعُمَرَ وَكُلِّ أَجْمَعٍ	مِنْ مِفْتَحِ الْعِلَمِ لِكُلِّ أَجْمَعٍ
مدرسۃ القرآن جامع سیدنا ناصر بن عبد الحمید کابل فون نمبر: 022-3642602	احاطہ بالزیر کا مسکن کابل	کابل، افغانستان موبائل: 0300-2831960 پتھے کے ملکے



الحمد لله هر سال کی طرح امسال بھی 1442ھ بطبق 2021ء ملک کی ممتاز دینی درسگاہ

جامعہ حمادیہ کراچی پیشہ میں اجتماعی قربانی

کا اہتمام کیا گیا ہے۔

بلنگ کا آغاز
10 ذیقعدہ
سے کیا جائے گا۔

وقف قربانی گائے فی حصہ:
10,500 روپے
کامل گائے:
73,500

بکرا:
27,000 روپے

گائے فی حصہ:
14,000 روپے

کامل گائے:
98,000 روپے

اپنی قربانی عطیہ کیجئے۔

اندرون و بیرون ملک سے خیر
حضرات وقف قربانی کی رقم دئے گئے
بینک اکاؤنٹ میں ٹرانسفر کر کر
دئے گئے نمبر پر مطلع فرمائیں۔

AC. Title: JAMIA HAMMADIA
Bank: BANK ISLAMI
AC. No: 104100072770001
IBAN: PK 65 BKIP 0104100072770001
یا کاؤنٹ مرکز قربانی کے لئے۔
آن لائن مرکز قربانی کی رسیداں نمبر پر دو اس ایپ کریں۔
+92-333-3558552

مخیر خواتین و حضرات کے پرزا و اصرار پر جامعہ کی انتظامیہ نے مستحق طلباء و طالبات
اور بلوچستان کے پسمندہ علاقوں کے لئے وقف قربانی کا اہتمام کیا ہے۔
جانور ذبح کرائی کا بھی انتظام ہے۔

بلنگ کے لئے دئے گئے نمبرات پر رابطہ فرمائیں۔
+92-333-3558552
+92-21-34572537

QR Code کو گلہ پکے لے

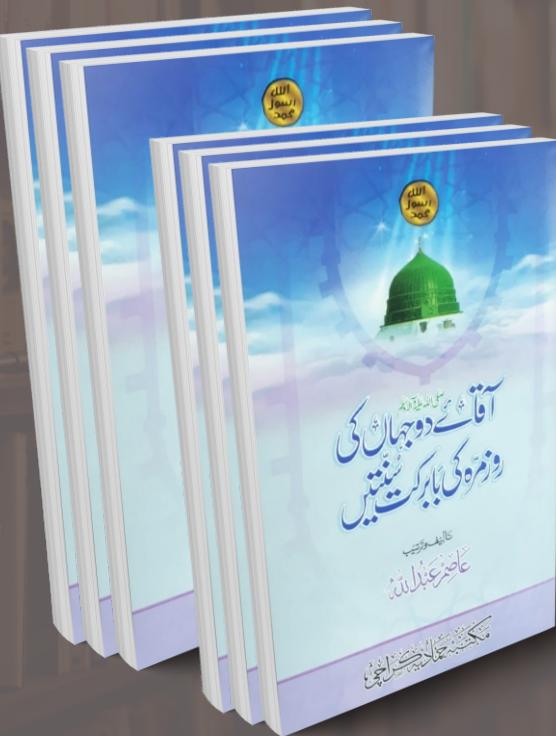


درج شدہ رقم میں گائے کی کھلائی پلاٹی و قصائی کا خرچ شامل ہے۔
اکشن کرنیں۔

www.JamiaHammadia.com +92-334-0037660 +92-21-34571263
Write@JamiaHammadia.com +92-303-2203898 +92-21-34685378
Fatwa@JamiaHammadia.com +92-21-34582143 +92-21-34582143
@JamiaHammadia

حَتَّىٰ مُنْفَتِي عَاصِمَ عَبْدِ اللَّهِ حَسَانٍ

اُسْتَاذِ دُرْسِ دارالاَفْتا بجاہِ عِمَادِیَّ شاہ فَضیل کالوئی بکراچی
فاضل جایگہ اعلیٰ علومِ اسلامیہ علامہ نوری ماؤن کراچی



۔۔۔ آفاتے دوچھاں کی روزمرہ کی بارکت سنتیں ۔۔۔

اپنے موضوع پر یہ ایک شاہ کار کتاب ہے، جس میں آنحضرت ﷺ کے روز و شب کے اعمال
و معمولات، اور ادویات اور مختلف شعبہ ہائے زندگی کے متعلق سنتیں نہایت لذشین انداز میں بیان کی گئی ہیں۔



سیدی و مرشدی
حَنْفَةُ مَوْلَانَا عَبْدُواَلْهَ حَنْفَةُ كَي
سوَاحَةُ حَيَاتٍ

منظرِ عَامٍ پر گئی ہے۔

طَبَقَةُ حَاجَزٍ

مَرْسَلَةُ الْمُؤْمِنِينَ حَمَادَ اللَّهُ بِالْجَوَى

فَقْلِيلُ الْقِلَاقَاتِ عَظِيمُ الْمَلَكَاتِ

بِهِلْلَهُ تَعَظِيمُ الْمُؤْمِنِينَ حَمَادَ اللَّهُ بِالْجَوَى

کی زندگی بلاشبہ مثالی و بارکت تھی۔

ان کی زندگی ان سلاف کی حیات کا ملک کا نمودہ تھی کہ جن پر قومی فخریتی ہیں،
اور ایک دنیاں سے اثر لیتی ہے۔ اس قابل عمل زندگی کو لوگوں کے سامنے
پیش کرنا بہت ضروری تھا جیسا کہ لوگ سے پڑھ کر اپنی زندگی و آخرت سنوار سکتیں۔

ہم نے حضرت کی

سوَاحَةُ حَيَاتٍ

کو بڑی صرف ریزی و محنت سے نہایت تی خوبصورت انداز میں شائع کیا ہے۔
اس کتاب کو کتبہ حادیہ سے خریدیں اور اپنے حلقہ احباب کو مجید ٹیکش کریں۔
اگر اس کے پڑھنے سے کسی کی اصلاح ہوگئی تو آپ کی نجات کا ذریعہ ہو گا۔

مَكَانُكُمُ الْمُؤْمِنُونَ

75230، شاہزادہ نگر، کوئٹہ، پاکستان
021-34572537، 0333-3558552

طَبَقَةُ حَاجَزٍ